قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 15/ اکتوبر 2022ء | 18/ ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 15/ اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 223

ارشادِ باری تعالیٰ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(آل عمران: 111)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

فرمانِ رسولؐ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ شَهِدْتُّ فِيْ دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهٖ حُمْرَ النَّعَمِ وَلَوْ اُدْعٰى بِهٖ فِي الْاِسْلَامِ لَاَجَبْتُ

آنحضور ﷺ نے فرمایا: میں نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک حلف میں حصہ لیا تھا، میں اس کے بالمقابل سرخ کو ترجیح نہیں دیتا، اگر اسلام میں بھی مجھے اس کی دعوت دے جائے تو میں ضرور اسے قبول کروں گا۔

(السیرة النبویة لابن ہشام باب حلف الفضول)

فرمان خلیفہ وقت

اس وقت دنیا کی جو حالت ہے جس پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان حکومتوں اور گروہوں اور تنظیموں نے دنیا میں اس قدر فساد برپا کیا ہوا ہے کہ ایک دنیا اسلام کے نام اور مسلمان سے خوفزدہ ہے۔ اور اگر خوفزدہ ہونے کی حالت ہو تو پھر کون ہے جو مسلمانوں کی باتوں کو سنے یا یہ خیال کرے کہ ان سے ہمیں خیر اور بھلائی مل سکتی ہے۔ جو لوگ اپنے لوگوں کی ہی گردنیں کاٹ رہے ہوں، معصوموں کو، عورتوں کو، بچوں کو، بوڑھوں کو بلا امتیاز قتل کر رہے ہوں، بغیر کسی وجہ کے ناجائز طور پر اپنے نظریات کی پیروی نہ کرنے والوں کو غلام بنا رہے ہوں، ان سے کس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے لئے خیر اور بھلائی چاہنے والے ہوں گے۔

پس اس عمل کا جو یہ لوگ کرتے ہیں لازمی نتیجہ یہی نکلے گا اور نکل رہا ہے کہ دنیا مسلمانوں سے خوفزدہ ہے لیکن ہم احمدیوں کے لئے اس میں شرمندگی کی بات اور غم اور تکلیف کی بات تو ضرور ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں ان کی طرف منسوب ہو کر ان لوگوں کے یہ عمل ہیں کہ انہوں نے مذہب اسلام کو بھی بدنام کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اُسوہ کو بھی دنیا کے سامنے غلط رنگ میں پیش کرنے والے بن رہے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کی حیثیت سے ہمیں ان کے اس عمل سے مایوسی اور ناامیدی بالکل نہیں ہے۔ جب میں اکثر غیر مسلموں کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے یہ عمل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کے سچا ہونے کی دلیل ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی یہ حالت ہو گی بلکہ عرصہ بھی بتا دیا کہ یہ عملی زوال کی حالت اتنے عرصے کے بعد شروع ہو گی اور اتنے عرصے تک یہ اندھیرا زمانہ چلتا چلا جائے گا اور پھر مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہو گا جو اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کو دنیا میں جاری کرے گا۔

(خطبہ جمعہ 31 اکتوبر 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

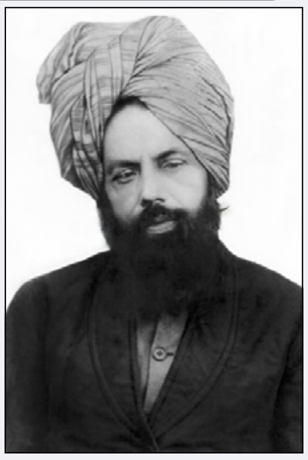

- اس انسان کامل ہمارے نبی ﷺ کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خُلق مجسّم ذات نے اس کے مقابلے میں کیا کیا۔ ان کے لئے دعا کی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح و سلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور ﷺ کے مخالف آپؐ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل وخوار ہو کر آپؐ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 592 زیر سورۃ الاعراف آیت 200)

- بدی کی جزاء اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو، کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو یعنی عین عفو کے محل پر ہو، نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔ بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے توبہ کرتا ہے اور بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اَور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے۔ آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں یہاں تک کہ دادوں، پڑدادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں۔ ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگزر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراط سے دیّوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگزر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیّت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگزر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں۔ انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن کریم میں ہر ایک خُلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے اور ایسے خُلق کو منظور نہیں کیا جو بے محل صادر ہو۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351-352)

اس شمارہ میں

- ہونے والا ہے تقدیر کا فیصلہ (منظوم)
- خوبصورتی، دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے
- ہستی باری تعالیٰ
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- پیچ والی بال
- چیف گیسٹ!
- سو سال قبل کا الفضل

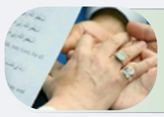

دربارِ خلافت

اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو مسجدوں کی رونقیں مستقل قائم کرنی ہوں گی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:

سچی توبہ اُس وقت ہوتی ہے جب ان تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ پہلی بات یہ کہ اُن تمام خیالات اور تصورات کو دل سے نکال دو جو دل کے فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں، جو غلط کاموں کی طرف ابھارتے اور اُکساتے ہیں۔ یعنی جو بھی برائی دل میں ہے یا جس برائی کا خیال آتا ہے اُس سے کراہت کا تصور پیدا کرو۔ تمہیں کراہت آنی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ برائی پر ندامت اور شرم کا اظہار کرو۔ اپنے دل میں اتنی مرتبہ اُسے برا کہو کہ شرمندگی پیدا ہو جائے۔ دوسری بات ندامت اور شرم کا اظہار ہے اور تیسری بات یہ کہ ایک پکا اور مصمم ارادہ کرو کہ یہ برائی میں نے دوبارہ نہیں کرنی۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 87-88 ایڈیشن 2003ء)

صبر میں یہی حالت پیدا کی جاتی ہے، تبھی صبر صحیح صبر کہلاتا ہے۔ پس اگر ہم نے اپنی یہ عادت کر لی اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کے معیار حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی تائیدی نشان ظاہر ہوں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ وہ نشانات جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے ہم بھی دیکھیں گے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ نہ ہم برائیوں سے بچنے کی کوشش کر رہے ہوں، نہ ہم نیکیوں پر قدم مار رہے ہوں، نہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی روح کو سمجھ رہے ہوں، نہ ہم اپنے ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہے ہوں، نہ ہم مخلوق کے حق ادا کر رہے ہوں، نہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی طرف توجہ دے رہے ہوں جس کی برکت سے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں، نہ ہم نمازوں کا حق ادا کر رہے ہوں اور پھر بھی ہم یہ توقع رکھیں کہ دنیا کو ہم نے اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ان مقاصد کو اور اغراض کو پورا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ہیں۔ دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آئے گی اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ ضرور آئے گی لیکن اگر ہم نے اپنے حق ادا نہ کئے اور اپنے صبر اور صلوۃ کو انتہا تک نہ پہنچایا تو پھر ہم اُس فتح کے حصہ دار نہیں ہوسکیں گے۔ پس یہ حق ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہم یہی بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ اس دورے کے دوران بھی نیوزی لینڈ میں ایک جرنلسٹ نے مجھے سوال کیا کہ تم تھوڑے سے ہو، تمہیں یہاں مسجد کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے ایک ہال موجود ہے۔ تو میں نے اُسے یہی کہا تھا کہ آج تھوڑے ہیں لیکن اس تعلیم کے ذریعہ جو قرآنِ کریم میں ہمیں ملی، ایک دن اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ کثرت میں بدل جائیں گے اور ایک کیا کئی مسجدوں کی ضرورت ہمیں یہاں پڑے گی۔ پس اس کے لئے دنیا میں ہر جگہ کوشش اور اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

لیکن یہاں میں افسوس سے یہ کہوں گا کہ نمازوں عبادتوں کی طرف، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف ہماری، جو توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہے ہماری۔ مثلاً کل پرسوں کی بات ہے۔ ایک خاتون ملاقات کے دوران آئیں اور بڑے روتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ مسجدیں بناؤ اور مسجدیں آباد کرو۔ مسجدوں کی رونق بڑھاؤ، صلوٰۃ کا حق ادا کرو لیکن جب آپ چلے جاتے ہیں تو مسجد میں حاضری بہت کم ہو جاتی ہے۔ اگر تو یہ حاضری دور سے آنے والوں کی وجہ سے کم ہوتی ہے، جو میرے یہاں ہونے کی وجہ سے مسجد فضل میں آتے ہیں (وہ مسجد فضل کی بات کر رہی تھیں) تو یہ اور بات ہے۔ لیکن پھر دُور سے آنے والے اگر یہاں نہیں آتے تو اپنے سینٹروں میں یا اپنی مساجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے ہونے چاہئیں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ جو آنے والے ہیں یہ (ادا) کرتے بھی ہوں گے۔ لیکن اگر حاضری کی یہ کمی قریب رہنے والوں کے نہ آنے کی وجہ سے ہے تو پھر بڑی قابلِ فکر ہے اور اس طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔ اسی طرح آسٹریلیا کے دورے کے بعد مجھے وہاں سے کسی نے خط لکھا کہ مسجد کی حاضری بہت کم ہوگئی ہے۔ پس چاہے وہ آسٹریلیا ہے یا یوکے ہے یا کوئی اور ملک ہے یاد رکھیں کہ اگر انقلاب لانا ہے، اگر اُس ذمہ داری کو نبھانا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہم پر ہے، اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو مسجدوں کی یہ رونقیں عارضی نہیں بلکہ مستقل قائم کرنی ہوں گی۔ اپنی تمام حالتوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔ اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔ نشان تبھی ظاہر ہوں گے جب صبر اور صلوۃ کے حق ادا ہوں گے۔ جب اپنے نفس کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم فنا کریں گے۔ جب توحید پر قائم ہونے کا حق ادا کریں گے اور جب یہ ہو گا تو اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ کا نظارہ بھی ہم دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ خود مدد کے لئے اُترے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر طاقتوں اور حسن کے جلووں سے ہماری مدد کو آئے گا اور دنیا دار ممالک اور دنیاوی طاقتوں کے عوام کے دل اللہ تعالیٰ اس طرف پھیر دے گا۔ ہمارے کاموں میں برکت پڑے گی اور دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچان کر آپ کے جھنڈے تلے آئے گی۔ توحید کا قیام ہو گا اور خدا تعالیٰ کی ذات کے انکاری خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنا حق ادا کرکے یہ نظارے دیکھنے والے ہوں۔

(خطبہ جمعہ 22 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ہونے والا ہے تقدیر کا فیصلہ

درد ہے دل میں میرے نہاں دیکھیے
ہو گیا کیا سے کیا یہ جہاں دیکھیے

جل رہے ہیں یہاں پر مکاں دیکھیے
چپ ہیں سادھے ہوئے حکمراں دیکھیے

چور، ڈاکو سبھی ہیں نہاں دیکھیے
کیسے ملت کے ہیں پاسباں دیکھیے

جن کا دعویٰ تھا فرعونیت کا کبھی
مٹ گئے اُن کے نام و نشاں دیکھیے

ہر قدم پر مصائب کا ہے سامنا
زندگی بن گئی امتحاں دیکھیے

ابتدا سے ہوئی انتہا دوستو!
ظلم سے ہے بھری داستاں دیکھیے

نفرتوں میں سلگتا ہے سارا چمن
جل رہا ہے مرا آشیاں دیکھیے

پھول کلیوں سے ہم نے سجایا تھا جو
کیسا اجڑا ہے وہ گلستاں دیکھیے

کب تلک یہ چلے گا یونہی سلسلہ
رات دن ہو رہی ہے فغاں دیکھیے

ہونے والا ہے تقدیر کا فیصلہ
یہ بدلتا ہوا آسماں دیکھیے

وہ بچائے گا بشریٰ! کڑی دھوپ سے
سر پہ رحمت کا ہے سائباں دیکھیے

بشریٰ سعید عاطف۔ مالٹا

اداریہ

دوسروں میں عیب تلاش کرنے کی بجائے خوبصورت پہلو کو دیکھیں

Beauty Lies In The Eyes Of The Beholder

خوبصورتی، دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے

ضرب المثل یا محاورہ کا استعمال دنیا کی تمام زبانوں میں استعاری معنوں میں ہوتا رہا ہے اور دورِ جدید میں بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ محاورہ ایک ایسا تخلیقی استعارہ اور موثر ذریعہ ابلاغ ہوتا ہے جو اہل زبان کی لغت کا حصہ ہوتا ہے جو جملوں میں زور اور انداز بیان میں حسن پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس کی تفہیم بعض اوقات آسان نہیں ہوتی۔ مگر یہ زبان کا حسن ہوتے ہیں۔ جیسے اردو زبان میں: مکہ میں رہتے ہیں مگر حج نہیں کیا۔ ایک انار سو بیمار۔ اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ آسمان پر تھوکا منہ پر گرا۔ آ بیل مجھے مار وغیرہ وغیرہ۔

آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا میں لکھا ہے کہ کوئی فقرہ، جملہ، شعر یا مصرعہ جو زندگی کے بارے میں کسی خاص اصول، حقیقت یا رویے کو جامع اور بلیغ طور پر بیان کرے عوام و خواص اسے ترجمانی کے لیے استعمال کرنے لگیں اسے ضرب المثل (محاورہ) کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں کہ ایسی ضرب المثل ہر زبان میں موجود ہوتی ہے۔ آج مجھے انگریزی کی ایسی خوبصورت ضرب المثل (محاورہ) کی طرف اپنے قارئین کی توجہ دلانا ہے جو ایک ایسی حقیقت ہے جو دو اور دو چار کی طرح سچی اور اپنے آپ میں موثر ہے اور وہ یہ ہے:

Beauty Lies In The Eyes Of The Beholder

یعنی خوبصورتی، دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے۔

اس Proverb کے اصل مضمون کو آج کے آرٹیکل کا موضوع تحریر بنانا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے قبل دنیا کی ظاہری خوبصورتی کے حوالے سے چند سطور تحریر کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ دنیا میں تمام نظر آنے والی خوبصورتیاں دراصل آنکھ کی وجہ سے خوبصورت لگ رہی ہوتی ہیں۔ پھولوں کی دنیا دیکھ لیں ان کے رنگا رنگ نظارے آنکھ ہی کی وجہ سے ہی خوبصورت لگتے ہیں۔ جس طرح قوت شامہ ہی خوشبو اور بدبو میں فرق پیدا کرتی ہے۔ گلاب کے پھول کو گلاب کے نام سے پکارنے کا فیصلہ آنکھ ہی دماغ کو پیغام دے کر کرتی ہے۔ اسی طرح قوت بصارت مختلف وادیوں، پہاڑوں، صحراؤں، چٹیل میدانوں اور سبزہ زاروں کے حسن و قبح کا فیصلہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ قدرت کے یہ حسین نظارے اور خوبصورتیاں بالآخر اس عظیم خوبصورتی کے خالق و مالک تک پہنچا دیتی ہیں جس کے متعلق کہا گیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ جَمِیۡلٌ یُحِبُّ الۡجَمَالَ کہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

اب اس محاورے کو روحانی دنیا اور دینی تعلیمات کی روشنی میں اپنے پر لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کی دنیا میں ہر کوئی ایک دوسرے کی خامیوں اور کمزوریوں کی تلاش میں نظر آتا ہے۔ جس میں تجسّس، عیب جوئی یا دوسروں کو تحقیر آمیز الفاظ میں یاد کرنا شامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انسان میں خامیاں دیکھی جارہی ہیں اس انسان کے اندر خوبیاں بھی تو تھیں جنہیں ان ہی آنکھوں نے نہ دیکھا۔ یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ کسی کی کمزوری اور غلطی کو دیکھنے والی آنکھ ہی قصوروار ہوتی ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ اپنی بیبیوں کے اندر ہر وقت عیبوں کی تلاش میں نہ لگے رہو۔ ان کے اندر بے شمار خوبیاں بھی تو ہیں ان کو تلاش کرنے کی کوشش کرو یہی اسلامی تعلیم ہے۔ ہم کسی کی وفات پر اس کی تمام برائیاں اور خامیاں بھلا کر اس کی نیکیوں اور سیرت کے مثبت پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس اچھی عادت کو اپنی زندگیوں میں بھی جاری کریں تو معاشرہ حسین سے حسین تر بن سکتا ہے۔ اسی کو پردہ پوشی اور ستاری بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں تجسّس اور عیب جوئی کی ممانعت اپنی لازوال کتاب قرآن کریم میں کی ہے۔ فرماتا ہے: لَا تَجَسَّسُوۡا (الحجرات:13) کہ تجسّس نہ کیا کرو۔ سورۃ القلم آیت 12 میں عیب جو کی بات نہ ماننے کا حکم ملتا ہے جب کہ سورۃ الھمزہ آیت 2 میں عیب جو کی ہلاکت کی دعا کی گئی ہے۔

احادیث میں بھی آنحضور ﷺ کے ایسے فرمان ملتے ہیں جن میں میلی آنکھ سے کسی کو دیکھنے اور اس کی آبرو سے کھیلنے سے ممانعت کی گئی ہے۔ جیسے ایک موقع پر فرمایا لَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا تَحَسَّسُوۡا (مسلم باب التحریم الظن) کہ اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو اور دوسروں کے عیبوں کی تلاش نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے بظاہر بعض مسلمان ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان ابھی راسخ نہیں ہوا انہیں میں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو طعن و تشنیع کے ذریعہ تکلیف نہ دیں اور نہ ان کے عیبوں کی کھوج لگاتے پھریں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ جو شخص کسی کے عیب کی جستجو میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر چھپے عیوب کو لوگوں پر ظاہر کر کے اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 825)

بلکہ آنحضور ﷺ نے اپنے صحابہ اور امتیوں کو ایک بہت پیارے محاورے کا استعمال فرما کر دوسروں کے اندر برائی تلاش کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ فرمایا کہ اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو انسان کو نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھ میں پڑا ہوا شہتیر بھول جاتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 825-826)

حضرت مسیح موعودؑ اس مضمون کو یوں شعر کے رنگ میں فرماتے ہیں:

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے — مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

اس مضمون کا دوسرا پہلو پردہ پوشی کا ہے جس کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

پھر فرمایا جس نے کسی کی کمزوری دیکھی اور پردہ پوشی سے کام لیا یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی زندہ درگور لڑکی کو نکالا اور اسے زندگی بخشی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ’’پس غور کرو کہ اس کے کرم اور رحم کی کیسی عظیم الشان صفت ہے‘‘۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’اگر وہ (اللہ تعالیٰ) مؤاخذہ پر آئے تو سب کو تباہ کر دے لیکن اس کا کرم اور رحم بہت ہی وسیع ہے اور اس کے غضب پر سبقت رکھتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 179 ایڈیشن 1985ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

’’اگر اس بات کو ہم سمجھ لیں اور اپنے ساتھیوں، اپنے بھائیوں، اپنے سے واسطہ پڑنے والوں کے معاملات میں ہر وقت ٹوہ نہ لگاتے پھریں، تجسّس نہ کریں، ان کی کمزوریوں کو تلاش نہ کرتے پھریں تو ایک پیار اور محبت کرنے والا اور پُر امن معاشرہ قائم ہوسکتا ہے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو پردہ پوشی کی بجائے دوسروں کے عیب ظاہر کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ اور جب ان کے اپنے متعلق کوئی بات کردے یا کسی ذریعہ سے ان کو یہ پتا چل جائے کہ فلاں شخص نے میرے متعلق اس طرح بات کی تھی تو سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ انتہائی غصہ میں آکر مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ خود کسی دوسرے کے متعلق کہہ رہے ہوں تو اس وقت کہتے ہیں کہ یہ تو معمولی بات تھی ہم نے تو یونہی کہہ دی۔ ہمیں ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ جو اپنے لئے چاہتے ہو وہی اپنے بھائی کے لئے چاہو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان)

پس اگر اپنے لئے پردہ پوشی پسند ہے تو دوسروں کے لئے بھی وہی احساسات ہونے چاہئیں اور یہی وہ سنہری اصول ہے جو معاشرے کے امن کے لئے بھی ضروری ہے۔

پس عیب دیکھ کر بجائے اس عیب کو پھیلانے کے ہر ایک کو استغفار کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ہمارے اندر بھی جو بے شمار عیب ہیں وہ کہیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ اگر نیک نیت سے انسان دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بنتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر خدا تعالیٰ مؤاخذہ پر آئے حساب کتاب لینے لگے تو سب کو تباہ کر دے۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے اور ہر وقت استغفار کرتے رہنے کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ کمزوریوں کے پیچھے پڑنے کا مطلب ہے کہ ان کو جگہ جگہ بیان کرنا، تجسّس کر کے ان کی کمزوریوں کی تلاش کرنا۔ اگر انسان اس طرح کرے تو ان لوگوں کو بگاڑے گا اور معاشرے کے امن کو بھی خراب کرے گا اور پھر جب یہ باتیں جگہ جگہ لوگوں میں بیان کی جائیں تو پھر ایسے لوگ جن میں یہ برائیاں ہیں ان میں اصلاح کی بجائے ضد پیدا ہو جاتی ہے اور پھر ضد میں آکر وہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے حلقے کو وسیع کرتے جاتے ہیں۔ حجاب ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب حجاب ختم ہو جائے تو اصلاح کا پہلو بھی ختم ہو جاتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مارچ 2017ء)

پس اس ضرب المثل کو بنیاد بنا کر اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے اپنے قارئین سے درخواست کرنی مقصود ہے کہ اللہ کی طرف سے دیئے گئے تمام اعضاء انسانی کو برمحل استعمال کریں۔ اپنی روزمرہ زندگی میں ہر بات اور ہر انسان میں عیب تلاش کرنے کی بجائے ایک خوبصورت پہلو کو مدنظر رکھ کر اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک جنت نظیر معاشرے کی مثال پیش کرتے ہوئے اپنے رب کی خوشنودی اور رضا کے وارث ٹھہریں۔ آمین

(ابوسعید)

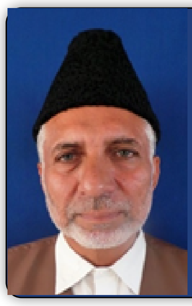

عبدالسمیع خان۔ سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل

ہستی باری تعالیٰ

کیا خدا واقعی موجود ہے؟

دنیا میں بیشمار لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ کائنات، یہ سلسلہ روز و شب خود بخود چل رہا ہے اس کا کوئی خالق ہے نہ اس کا کوئی مقصد ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو تمام قدرتوں کا مالک ہے تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔ اس کے علاوہ سب مخلوق ہے اور اس نے تمام مخلوقات کو خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس خدا کا اسم ذات مذہب اسلام نے اللہ بیان کیا ہے اس خدا کے وجود پر بیشمار عقلی اور نقلی دلائل موجود ہیں۔

خدا کی ہستی کی سب سے بڑی اور حتمی دلیل اس کا الہام، کلام اور اس کی آواز ہے۔ اگر سینکڑوں عقلی دلیلیں اس بات کی ہوں کہ اس شہر، اس جنگل اور اس صحرا میں کوئی ذی روح موجود نہیں تو بچے کی ایک چیخ، شیر کی ایک دھاڑ اور پرندے کی ایک چہچہاہٹ سب عقلی دلائل پر پانی پھیر دیتی ہے تو خدا تعالیٰ جو ہر زمانے میں، ہر علاقے میں اپنی آواز سے اور اپنے کلام سے اپنے وجود کا ثبوت دیتا رہا ہے اور اب بھی دے رہا ہے تو اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ کلام واقعی خدا کا ہے تو خدا کا کلام اس کی عظمت، قدرت اور جلال کی خبر دیتا ہے اس کی غیب کی خبریں اس کے تمام زمانوں پر حاوی ہونے کی اطلاع دیتی ہیں آیئے اس سلسلہ میں 10 بڑی اور عظیم الشان پیشگوئیوں کا جائزہ لیں۔

1۔ تورات آج سے 3500 سال قبل لکھی گئی اور اس میں مدتوں پہلے خدا کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو ان کے دونوں بیٹوں اسماعیل اور اسحاق اور ان کی اولاد کی جسمانی اور روحانی ترقی کے متعلق دی گئی خبریں موجود ہیں پیشگوئی تو اس سے بھی 300 سال پہلے کی ہے (ملاحظہ ہو پیدائش باب 21، 17، 13، 12)

2۔ موسیٰ کو خدا نے بنی اسرائیل کے بھائیوں میں موسیٰ جیسا نبی برپا ہونے کی خبر دی جو 10 ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا (استثناء باب 33، 18) رسول کریم ﷺ اس کے مصداق ہیں۔

3۔ بعد کے انبیاء یسعیاہ (700 ق م،) حبقوق (626 ق م) اور سلیمان اور دانیال نے بھی اشاروں اور استعاروں میں رسول کریم ﷺ کے متعلق پیشگویاں کیں (یسعیاہ باب 21۔ حبقوق باب 3۔ غزل الغزلات باب 5۔ دانیال باب 2)

4۔ مسیح نے بھی کامل شریعت لانے والے کی خبر دی اور اس کی آمد کو خدا کے آنے سے تعبیر کیا (متی باب 21۔ مندرجہ بالا پیشگوئیوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے دیباچہ تفسیر القرآن از حضرت مصلح موعودؓ)

5۔ حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد ثانی کی خبریں بھی دی ہیں جس میں قوموں کی لڑائی اور بیماریوں اور سورج اور ستاروں میں خاص نشان کے ظہور کی پیشگوئیاں بھی ہیں اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ اور وجود میں پوری ہو چکی ہیں۔

6۔ قرآن و حدیث میں سینکڑوں پیشگوئیاں ہیں جن کا دائرہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ بھی ہے آپ کے بعد خلافت راشدہ اور امت کی ترقی پھر تنزل کے ساتھ ہے۔ نہایت بے بسی کے ایام میں آپ نے مکہ کی فتح نیز روم، ایران، شام، مصر اور قسطنطنیہ کی فتح کی خبر دی۔ مکی زندگی میں روم اور ایران کے مابین جنگ میں رومیوں کی شکست کے بعد جلد ان کی فتح کی خبر دی۔ ان میں سے ہر ایک غیر معمولی رنگ میں خدا کی ہستی کی دلیل ہے آپ اور آپ کی قوم کا بیشتر حصہ ان پڑھ تھا مگر انتہائی نامساعد حالات میں آپ نے قرآن کریم کے جمع ہونے، مکمل ہونے، کتاب بننے، اس کے سب سے زیادہ پڑھے جانے اور اس کے بیان اور وضاحت اور حفاظت کی پیشگوئی کی اور آج قرآن خدا کی ہستی کا گواہ بن کر کھڑا ہے۔

7۔ قرآن و حدیث میں آخری زمانہ میں سائنسی ترقیات اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خبر دی گئی ہے اور نزول مسیح و مہدی کا ذکر ہے اسکے لئے متعدد نشانات کا ذکر ہے جیسے کسوف وخسوف۔ اس کی پیشگوئی عہد نامہ قدیم و جدید، قرآن و حدیث بزرگان امت مسلمہ اور ہندو اور سکھ مت میں بھی پائی جاتی ہے (ملاحظہ ہو۔ الفضل انٹرنیشنل 22 مئی 2021ء۔ الفضل ربوہ 19 مارچ 2004ء) یہ سب باتیں جو کم از کم 1400 سال پہلے خدا سے منسوب کر کے بیان کی گئیں اور لکھی گئیں اور پوری ہوگئیں کیا اس علام الغیوب خدا کی خبر نہیں دیتیں جو زمین و زمان پر حاوی ہے۔

8۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود نے خدا سے خبر پا کر بے شمار تبشیری اور انذاری پیشگوئیاں کی ہیں تبشیری خبروں میں آپ کی ذات، اولاد، دوست، جماعت کی وسعت و قبولیت عامہ کے ہزاروں نشان ہیں۔ ان میں خصوصیت سے نظام خلافت اور نظام وصیت کا قیام، تبلیغ کا زمین کے کناروں تک پہنچنا، اور ہر قوم میں احمدیت کے نفوذ کی پیشگوئیاں شامل ہیں۔

- انذاری پیشگوئیوں میں طاعون کے آنے اور احمدیوں کی حفاظت کی پیشگوئی، لیکھرام، ڈوئی، اور متعدد مخالفین کی مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت کی پیشگوئیاں شامل ہیں۔ غیر معمولی زلازل، عالمی جنگوں نیز زار روس، کسریٰ ایران، نادر شاہ حاکم افغانستان، جاپان اور کوریا کے متعلق حیرت انگیز پیشگوئیاں موجود ہیں۔

9۔ قرآن و حدیث اور عہد نامہ قدیم و جدید میں آخری زمانہ میں دجال اور یاجوج ماجوج کے ظہور کی خبر بھی دی گئی ہے۔ دجال سے مراد مغربی عیسائی اقوام کا مذہبی فتنہ ہے جس میں انسان کو خدا بنا کر نوع انسانی کی اکثریت کو گمراہ کیا گیا ہے۔ اور یاجوج ماجوج سے مراد انہی قوموں کی آگ سے کام لے کر وہ سائنسی ترقیات ہیں جن کی مدد سے وہ ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہیں۔ سمندر کی تہوں میں اتر چکی ہیں۔ اور زمین کو گہرائیوں تک کھنگال ڈالا ہے۔ زمین کے خزانے باہر نکال دیے ہیں۔ سورج سے اس کی روشنی کھینچ لی ہے۔ اور جیمز ویب نامی دوربین زمین سے دس لاکھ میل دور سورج کی تحقیق کے لئے خلاؤں میں بھیج دی ہے۔ وہ قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق مردوں کو زندگی دے رہی ہیں اور بارش برسانے پر قادر ہیں

(الفضل 18 مارچ 2005ء)

10۔ انجیل، قرآن شریف، حدیث اور امت مسلمہ کے بزرگوں کے کلام میں امام مہدی کے زمانہ میں ایک ایسے مواصلاتی نظام کی خبریں بھی ہیں جس کے ذریعہ امام مہدی کو تمام دنیا کے لوگ سن اور دیکھ سکیں گے اور سب لوگ اپنی اپنی زبان میں اس کا کلام سنیں گے یہ پیشگوئیاں مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کی صورت میں پوری ہو چکی ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 مئی 2019ء)

آخری زمانہ کے متعلق قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں اور مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے بارہ میں تفصیل کے لئے دیکھیں حضرت مصلح موعود کی کتاب دعوت الامیر۔

(انوار العلوم جلد 7)

یہ ہزاروں پیشگوئیوں میں سے چند نمائندہ پیشگوئیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کسی عالم الغیب ہستی کے وجود پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں تو نہایت کثرت کے ساتھ ان پیشگوئیوں کا ظہور ہو رہا ہے کیونکہ انسان نے خدا کو بھول جانا تھا۔ کس نے ہندوستان کے ایک اجڑے ہوئے اور گمنام قصبے قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی کو 1898ء میں یہ خبر دی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ کس نے اسے یہ خواب دکھایا کہ وہ لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہو کر انگریزی میں ایک مدلل تقریر کر رہا ہے۔ کس نے اسے پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں رونما ہونے والی واقعات کی خبر دی۔ اگر سائنس یہ کر سکتی ہے تو آج تمام دنیا کے سائنس دانوں اور سیاست دانوں کو یہ چیلنج ہے کہ اس طرح کی پیشگوئیاں کریں اور پھر انہیں پورا بھی کر دکھائیں۔ یہ صرف اور صرف اس عالم الغیب کی طاقت کے مظاہرے ہیں جو ماضی و مستقبل پر یکساں نظر بھی رکھتا ہے اور دنیا کو بدلنے پر بھی قادر ہے۔

- بے شک خدا جس سے چاہے کلام کرے مگر خدا نے جن وجودوں کو خاص طور پر اپنی ذات کی اطلاع اور اپنے احکام سے مطلع کرنے کیلیے منتخب کیا وہ سب اپنے وقت کے بہترین کردار کے لوگ تھے۔ صادق اور امانت دار۔ ان کو اکثر نے قبول نہیں کیا مگر دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکے۔ ان سب کی نمائندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۷﴾

(یونس: 17)

- خدا کی ہستی اور توحید کے یہ سب علمبردار نہایت کمزور اور بے بس تھے کوئی دولت اور جتھہ ان کے پاس نہیں تھا مگر خدا کی ذات نے ان سے وعدہ کیا کہ انہیں کامیاب کرے گا اور ان کے دشمن تمام طاقتوں کے باوجود ناکام ہوں گے اور ہر مامور کے وقت میں یہی کہانی دہرائی گئی دنیا کی معلوم تاریخ کے مطابق خدا کے نام لیوا ہمیشہ کامیاب ہوئے اور ان کے دشمن مٹا دیئے گئے۔ نوح کی قوم پانی میں غرق ہوئی۔ ابراہیمؑ کو خدا نے آگ سے بچالیا۔ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کی کمزوری سے کون واقف نہیں مگر فرعون سمندر میں غرق ہو گیا اور موسیٰؑ نے فتح پائی۔ خدائے واحد کا عظیم ترین نمائندہ محمد ﷺ سب سے کمزور تھا والد اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے والدہ نے جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا کہ چل بسیں دادا کا سہارا بھی اٹھ گیا چچا دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے کوئی تعلیم نہ تھی کوئی جائیداد اور وراثت نہ تھی مخالفین چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے قاتلانہ حملے کئے زخموں سے چور کر دیا جنگیں مسلط کیں وفادار ساتھیوں کو شہید کر دیا مگر بالآخر اسی کا بول بالا ہوا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ سب میرے منصوبہ سے نہیں خدا کی طاقت سے ہوا۔ کیا ہزاروں ملہموں کی یہ غیر متوقع اور لرزہ خیز کامیابیاں خدا کی ہستی کا اعلان نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں بے شمار فاتحین گزرے ہیں مگر نبیوں کے ساتھ ان کا خاص امتیاز ہے فاتحین عالم اپنی قوم کی عظمت کا نعرہ بلند کر کے اٹھے قوم ان کا ساتھ دینے کو تیار تھی اور زمانے کی رو بھی یہی

تقاضا کر رہی تھی مگر نبیوں نے ہمیشہ زمانے کی رو کے خلاف آواز بلند کی اپنی قوم کی اصلاح کا نعرہ لگایا اور مدتوں سخت دکھ جھیلے اور اخلاقی بنیادوں پر اپنی فتوحات استوار کیں۔

- تاریخ عالم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام بانیان مذاہب نیک اور راستباز اور اچھی شہرت کے حامل تھے لیکن دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے قریباً کورے تھے۔ لیکن جو تعلیم انہوں نے مختلف شعبوں میں انسان کی ہدایت کے لئے دی خواہ وہ باہمی تعلقات کا قانون ہو یا جنگی قوانین ہوں یا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں ہوں سب تعلیمات اپنے زمانہ کے لئے نہایت ہی اعلیٰ اور مناسب حال تھیں اور ان کی قوموں نے اس راہ عمل پر چل کر صدیوں تک تہذیب اور شائستگی میں دنیا کی راہنمائی کی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جھوٹا جو دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے ناقابل ذکر ہے وہ اچانک ایسی قدرت حاصل کر لے کہ اس کی تعلیم دنیا پر چھا جائے۔ اس پر عمل کرنے والے اعلی درجہ کی پاکیزگی حاصل کر لیں ایسا صرف خدا کی مدد اور تائید سے ہوسکتا ہے۔ اور یہی خدا کی ہستی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

- اللہ تعالیٰ کے سب راست باز مامور دنیا کے مختلف خطوں اور مختلف زمانوں میں آئے مگر یہ حیرت انگیز بات ہے کہ سب کی بنیادی تعلیم ایک ہی تھی۔ تفصیلات میں فرق ہونا تو زمانے اور حالات کا تقاضا ہے لیکن سب سچوں کا ایک ہی خدا پر متفق ہونا اور سب بنیادی مسائل اور تعلیم کی یکسانیت کیا ایک خدا کی ہستی پر دال نہیں۔ ایسے لوگ جن کا آپس میں ملنا کبھی تصور میں نہیں آسکتا وہ خدا کے نام پر ایک ہی تعلیم ایک ہی قسم کے اخلاق دکھاتے ہیں، ایک ہی طرح دشمن کی شرارتوں کا شکار ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی قسم کی کامیابی پاتے ہیں۔

- خدا کی ہستی کی ایک بہت اہم دلیل قبولیت دعا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نہ صرف موجود ہے بلکہ دعاؤں کو سنتا ہے، ان کو قبول کرتا ہے اور حسب مصلحت اس کا جواب بھی دیتا ہے خواہ وہ لفظوں میں ہوں، خواہ وہ استعاروں میں ہوں خواہ وہ خوابوں یا رؤیا کی شکل میں ہوں۔ قبولیت دعا کے انعام میں سب نوع انسان برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف مضطر کی شرط لگائی ہے۔ یعنی جب بھی کوئی شخص دنیا کے دوسرے تمام رشتوں سے قطع تعلق کر کے خدا کو دل میں یا بلند آواز سے پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بات سنتا ہے اور اس کو مشکل سے نجات دیتا ہے۔ اور جتنا جتنا کوئی انسان خدا سے محبت اور تعلق میں بڑھتا ہے اس کی قبولیت دعا کی شرح بڑھتی چلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے ایسے غیر معمولی معجزات اور نشانات دکھاتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔ اس قبولیت دعا کا تجربہ وہ دہریہ بھی کرتے ہیں جو سمندر کی سطحوں پر ڈوبنے کے خوف سے خدا کو پکارتے ہیں اور ہواؤں میں اڑنے والے وہ لوگ بھی جو موت کے خوف سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ وہ مریض بھی جو ناقابل علاج بیماریوں کا شکار ہو کر محض اسی کو آواز دیتے ہیں۔ وہ بھوکے، پیاسے، ننگے، بے اولاد، دشمن کے ستائے ہوئے اور ہر خوشی سے بے نصیب جو صرف اور صرف اس کے در پر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ قیدی جو کال کوٹھڑی میں پڑے ہوتے ہیں اور نجات کا کوئی سامان نہیں رکھتے۔ وہ اندھے، وہ گونگے اور بہرے جن کی کوئی نہیں سنتا اور جو کسی کو سنا نہیں سکتے۔ جو کسی کو دیکھتے نہیں اور کوئی انہیں دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ خدا ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے۔ بشرطیکہ وہ سچے دل سے مضطر ہو کر خدا سے پکارے۔

- چونکہ خدا کے سب سے زیادہ پیارے اس کے انبیاء ہوتے ہیں اس لئے قبولیت دعا کے سب سے زیادہ نظارے انبیاء کے وجود میں نظر آتے ہیں اس حوالے سے 10ایسی دعاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے جو تاریخی طور پر مسلمہ ہیں اور وسیع اثرات رکھتی ہیں۔

1. حضرت موسیٰ کی دعا سے قوم فرعون پر آنے والے عذابوں کا ٹلنا اور فرعونیوں کا توبہ نہ کرنے پر ان کا پھر لوٹ آنا اور بالآخر فرعونیوں کی غرقابی۔
2. حضرت عیسیٰ کی دعا سے ان کی صلیب سے نجات اور لمبی عمر پا کر کشمیر میں وفات،ان کے حواریوں کو مائدہ یعنی دنیاوی رزق کثرت سے نصیب ہونا۔
3. رسول کریم ﷺ کی دعا سے بارش کا اچانک آنا اور ایک ہفتہ بعد دعا سے رک جانا۔ مدینہ کی بیماریوں کا ختم ہونا اور ان کا مرجع خلائق بن جانا جیسا کہ ابراہیمؑ کی دعا بھی تھی۔
4. رسول اللہ ﷺ کی دعا سے صحابہ کی بیماریوں سے شفا، عمر میں اضافہ،اور فتوحات کی خبریں۔
5. رسول اللہ ﷺ کی دعا سے دشمن سرداران قریش کا مارا جانا اور کئی کا ایمان لے آنا۔
6. کسریٰ ایران کا رسول اللہ ﷺ کی دعا سے قتل ہونا اور حکومت کا پارہ پارہ ہونا۔

(رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے لئے دیکھئے رسول اللہ ﷺ کی مقبول دعائیں از حافظ مظفر احمد)

حضرت مسیح موعود کی دعا سے آپ کے صحابہ کی شفا کے غیر معمولی واقعات،عمر کا بڑھ جانا اور اولاد عطا ہونا۔ حضورؑ کی دعا سے غیر معمولی قابلیت اور صلاحیت رکھنے والے بیٹے مصلح موعود کی پیدائش جس کا ذکر قدیم صحیفوں اور حدیث میں بھی کیا گیا ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 1)

7. قبولیت دعا کے متعلق تمام مخالفین کو چیلنج اور غالب آنے کی پیشگوئی نیز قرآن کریم کی تفسیر، علم عربی، اور علم غیب اور بیماروں کی شفا کے بارہ میں علمائے عرب و عجم کو کھلا چیلنج۔ (تفصیل کے لئے مسیح موعود کے انعامی چیلنج از مبشر احمد خالد)
8. حضور کی دعا سے مخالفین کی ہلاکت خصوصاً لیکھرام، ڈاکٹر ڈوئی اور سعد اللہ لدھیانوی کا ابتر ہو کر مرنا۔

(دعوۃ الامیر)

9. خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا کے واقعات جو آج بھی جاری ہیں خصوصاً ابتلاؤں کے ایام میں فتح کی بشارتیں۔

یہ وہ دعائیں ہیں جن کا اثر ہزاروں انسانوں اور سینکڑوں علاقوں پر پھیلا ہوا ہے جن کے گواہ بیسیوں سچے لوگ ہیں یہ سب دعائیں خدا کی ہستی کے انمٹ ثبوت مہیا کرتی ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک بہت بڑا ثبوت اس کی مخلوق کے درمیان نظم و ضبط اور اعلیٰ درجہ کا توازن ہے۔ مان لیا کہ سورج، چاند، ستارے خود بخود پیدا ہو گئے۔ لیکن یہ کیسے ہوا کہ تمام سیارے جن کے گرد ان کے اپنے کئی چاند بھی گھوم رہے ہیں وہ سارے کے سارے سورج کے گرد لاکھوں سالوں سے اس طرح گردش کر رہے ہیں کہ کبھی کسی ٹکراؤ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جس دن ایسا ہو جائے گا، کائنات ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ 100 ارب گلیکسیز ہیں اور ہر گلیکسی میں 100 کھرب ستارے ہیں ہمارا سورج اپنے نظام شمسی سمیت نامعلوم منزلوں کی طرف رواں دواں ہے اور کائنات مسلسل پھیل رہی ہے

زمین سے سورج اور چاند مختلف فاصلوں پر ہیں اور مختلف حجم رکھتے ہیں لیکن زمین سے دونوں کا سائز ایک ہی نظر آتا ہے۔ سورج کی وجہ سے چاند روزانہ ایک نئی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور 29، 30 دن کے بعد وہ سابقہ کیفیت پر لوٹ آتا ہے۔ زمین اپنے محور پر 23 درجہ جھکی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے موسم بدلتے ہیں۔ اور اسی سے وہ تمام پھل اور سبزیاں اور درخت اور رونقیں پیدا ہوتی ہیں جن کا انسان متلاشی ہے۔ اگر سورج اپنے مدار سے چند میٹر اندر یا باہر ہو جائے تو یہ زمین انتہائی گرم یا سرد ہو جائے۔ اور زندگی کی صف لاکھوں سال پہلے لپیٹ دی جاتی۔ کیا یہ سب اجرام فلکی، اور اجسام ارضی و سماوی اس بات کی شہادت نہیں دیتے کہ ان آسمانوں اور زمینوں اور موسموں کو کنٹرول کرنے والا کوئی ایک طاقتور وجود ہے جو ان سب کو مقررہ راستوں پر چلا رہا ہے۔ کسی کو کسی دوسرے کے قریب نہیں پھٹکنے دیتا اور نئی سے نئی کہکشائیں پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔ ان کے درمیان کوئی ٹکراؤ، کوئی فطور نہیں۔ اور انسان جتنا جتنا دوربین بنا کر ان کو دیکھنے پر قادر ہو رہا ہے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اپنی کم مائیگی اور کسی خالق کی عظمت کا احساس اس پر چھانے لگتا ہے۔

یہی توازن انسانی جسم کے اندر بھی ہے۔ ایک وقت تک انسان کے اعضاء حسب ضرورت بڑے ہوتے رہتے ہیں اور پھر مقررہ وقت پر رک جاتے ہیں۔ کیا کسی اندھے ارتقاء میں یہ سب ممکن ہے۔ انسان کے دانت اگر مسلسل بڑھتے رہیں تو جبڑے پھاڑ کر انسان کو خوبصورتی سے ہی نہیں، لذت کام و دہن سے بھی محروم کر دیں گے۔ پس کوئی وجود ہے جس نے انسان کے ڈی این اے میں یہ سب کچھ ودیعت کر رکھا ہے۔ سائنس در اصل اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کے اصولوں کو دریافت کرنے کا نام ہے۔ انسان نے معلوم تاریخ میں کچھ باتیں دریافت کر لی ہیں لیکن ابھی کروڑ ہا کروڑ خصائص دریافت کرنے باقی ہیں۔ شاید انسان تمام ہو جائے اور یہ سارے راز نہ کھل سکیں کیونکہ اس کائنات کے ہر ذرہ میں اسی ابدی اور ازلی خالق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ انسان کی تحقیق تو ابھی مچھر پر بھی مکمل نہیں ہوئی کجا یہ کہ وہ خدا کی تمام صفات کے راز جاننے کا دعویٰ کر لے۔

اسلام نے جو سچا خدا پیش کیا ہے اس کا ذاتی نام اللہ ہے وہ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے کوئی چیز اس کی مانند نہیں اس لئے اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی وہ عقل اور سائنس سے بالاتر ہے فلسفہ اور منطق سے اسے تلاش نہیں کیا جا سکتا اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کی ہستی پر بیسیوں عقلی دلائل بھی موجود ہیں مگر ان سب کی انتہا یہ ہے کہ خدا ہونا چاہئے اور اس کو مرتبہ یقین تک پہنچانے والا صرف خدا کا الہام اور کلام اور اس کی قدرت اور جلال و جمال کے خارق عادت نظارے ہیں جو خاص طور پر اس کے پاک بندوں پر ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

’’آؤ! میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے۔ اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اِس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا۔ آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔۔۔۔ دیکھو! میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گزریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔۔۔ اگر تمہیں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو اور اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ!۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 346-347)

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 3

احمدی اور غیر احمدی میں فرق

پھر یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جماعتیں فتنہ و فساد کے وقت پیدا ہوا کرتی ہیں، جب دُنیا بہت بڑا تغیر اور بہت بڑی تبدیلی چاہتی ہے تب نبی آیا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ ہے جس کا ذکر ڈائری میں آتا ہے۔ میں اُس وقت وہاں موجود تھا جب وہ واقعہ ہوا۔ مدرسہ احمدیہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ اِس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ایک صاحب تحصیلدار تھے۔ اُنہوں نے کہا ہمیں ایسے مدرسہ کی کیا ضرورت ہے ہمارا اور دوسرے مسلمانوں کا اتنا ہی اختلاف ہے کہ ہم کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ کہتے ہیں زندہ ہیں۔ دوسرے مسائل میں کوئی اختلاف نہیں وہ مسائل ہم دوسرے مولویوں سے معلوم کر سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ خود مجلس میں تشریف لے آئے اور آپ نے تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں یہ بات سن کر حیران ہو گیا کہ ہمارا اور دوسرے لوگوں کا اختلاف صرف حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے؟ اگر یہی اختلاف ہوتا تو اِس کے لئے قطعاً مامور کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ماننے والے تو کئی لوگ تھے۔ سرسید احمد خان بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات مانتا تھا۔ اسی قسم کے اور بھی لوگ تھے اس کے لئے مامور کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا یہ غلط ہے اصل بات یہ ہے ہمارا خدا اور ہے اور ان کا خدا اور۔ ان میں خدا تعالیٰ کے متعلق بیسیوں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الہام ختم ہو چکا اور خدا اب اپنے کسی بندہ سے نہیں بولتا۔ پھر اُن کا قرآن اور ہے اور ہمارا اور۔ وہ سمجھتے ہیں قرآن کی کئی آیات منسوخ ہیں مگر ہم اس کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں مانتے۔ اُن کی سمجھ میں جو آیت نہ آئی اسے منسوخ قرار دے دیا۔ اِس سے بڑھ کر قرآن پر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

پھر وہ مسلمان ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن کو ننگے نہاتے دیکھا اور اُس پر عاشق ہو گئے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) پس کوئی ایک بات نہیں جس میں اُن سے ہمیں اختلاف ہے بلکہ انہوں نے اسلام کا نقشہ ہی اِس طرح بدل دیا ہے کہ وہ پہچانا نہیں جاتا۔ پھر اُن کے دلوں کا نقشہ بدل گیا ہے۔ اُن کے دلوں سے خدا تعالیٰ کی محبت مٹ چکی ہے۔ تو فرمایا اسلام کی ہر چیز کو انہوں نے بدل دیا اِس لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 578-579)

مخالفتیں اور ابتلا انعامات دینے کے لئے آتے ہیں

ہمارے خلاف مخالفت کی ایک عام رَو چلی ہوئی ہے۔ اس کے متعلق میں نے مختلف لوگوں سے گفتگو کی۔ اُن کی طرف سے اس قدر اسباب اس مخالفت کے بیان کئے جاتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی حقیقی نہیں کہہ سکتے۔

پچھلے دنوں میں لاہور گیا تو پولیس کے ایک بڑے افسر ملنے کے لئے آئے۔ اُن سے میں نے پوچھا کیا آپ کے نزدیک بھی آجکل ہماری مخالفت بڑھ گئی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ کے نزدیک اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے آپ لوگ چونکہ سیاست میں حصہ لینے لگے ہیں، اس لئے بد دیانت لوگوں کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ اب ان کے ہاتھ سے کام نکل جائے گا۔

میرے نزدیک یہ بھی ایک وجہ ہے۔ مگر کئی اور جگہ اِس قسم کے اسباب نہیں مگر وہاں بھی مخالفت زوروں پر ہے۔ دراصل یہ مخالفت کی رَو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ اور اس کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اُس سے مانگیں تا کہ ہمیں دیا جائے۔ جس طرح ماں بعض اوقات چاہتی ہے کہ بچہ دودھ مانگے تو اُسے دے اِسی طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اُس سے مانگیں۔

پس یہ الٰہی فعل بتاتا ہے کہ ہمیں کچھ ملنے والا ہے مگر اِس کے لئے ضرورت ہے کہ ہم مانگیں۔ خدا تعالیٰ سے مانگنا کچھ تو دُعا سے ہوتا ہے اور کچھ عمل سے۔ پس اِس وقت ہماری وہی حالت ہے جیسا کہ کتابوں میں آتا ہے کہ

کوئی بزرگ تھے۔ کسی نے اُن کی بہت خدمت کر کے اُنہیں خوش کیا تو وہ کہنے لگے جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ پس خدا تعالیٰ ہمیں کچھ دینا چاہتا ہے اور یہ اُس کی سُنت ہے کہ جس کو وہ دینا چاہتا ہے اُسے ابتلاء میں ڈالتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مشکلات پیش آئیں۔ اس وقت آپ کو الہام ہوا۔

؎ چل رہی ہے نسیم رحمت
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

یہ موقع ہمارے لئے بھی آیا ہوا ہے۔ اگر ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور قلم برداشتہ لکھ سکتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ کئی لوگ لکھتے ہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ کے ماتحت لکھو کہ تم حق پر ہو اور میں فوراً لکھ دیتا ہوں۔ پس جب ابتلاء خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور کچھ انعام دینے کے لئے آئے تو زیادہ ہمت، زیادہ قربانی اور زیادہ ایثار کی رُوح پیدا کرنی چاہئے تا کہ انعامات ملیں۔ پس ہمیں خدا تعالیٰ کے خاص فضل حاصل کرنے کے لئے عملی قربانی کرنی چاہئے اور دُعاؤں پر بہت زور دینا چاہئے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 582-583)

مفت خوری

ایک دوست نے کہا گورنمنٹ سے ایڈ کا جو روپیہ مل سکتا ہے اسے کیوں چھوڑیں۔ ان کی یہ بات نیک نیتی پر مبنی تھی اور اس کے مطابق انہوں

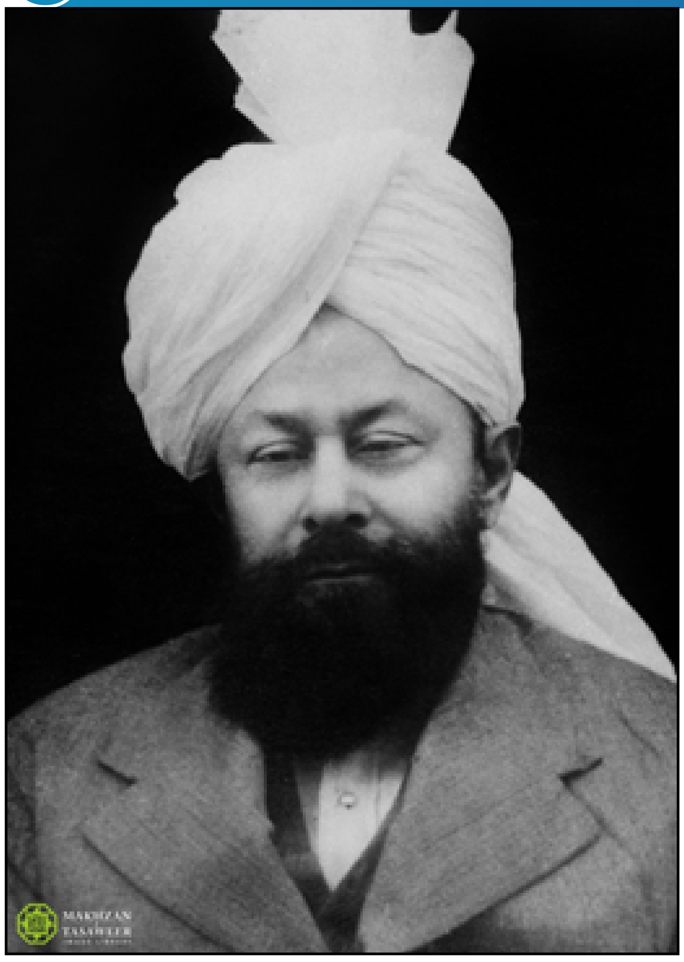

نے کہا مگر ایک لطیفہ یاد آ گیا وہ سنا دیتا ہوں

جب میں حج کو گیا تو ایک عرب کے مفتی صاحب جو اُسی جہاز میں سوار تھے بہت گھبرائے ہوئے تھے کہ محی الدین عرب اُن کو میرے پاس لایا۔ میں نے پوچھا کیا وجہ ہے گھبرانے کی؟ تو انہوں نے کہا یہاں کھانے کا کوئی انتظام نہیں، حالانکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ انتظام ہو گا، اب میں کیا کروں؟ میں نے اُن کے متعلق کپتان جہاز سے کہا کہ جب یہ آ گئے ہیں تو ان کے کھانے کا کوئی انتظام کرو۔ اُس نے کہا کمپنی کی طرف سے تو کوئی اجازت نہیں۔ البتہ ملاحوں کو کافی کھانا ملتا ہے میں اُن سے کہتا ہوں کہ ان کو دے دیا کرو۔ یہ انتظام ہو گیا۔ میں ایک دن مفتی صاحب سے ملنے گیا تو پھر اُن کو گھبرایا ہوا پایا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کھانے کے ساتھ شراب آتی ہے جو میں ایک یہودی کو دے دیتا تھا مگر آج کوئی نہیں ملا کسے دوں میں نے کہا پھینک دو۔ کہنے لگے پھینکوں کیسے؟ اِس پر پیسے لگے ہوئے ہیں۔

اگر سرکاری سکیم جاری کرنے کی وجہ سے کوئی نقصان ہوتا ہو تو ہم سرکاری ایڈ ترک کر سکتے ہیں لیکن اگر کوئی حرج نہ ہوتا ہو، ہمارے مقصد میں فرق نہ پڑے اور اپنے نصاب کے ساتھ سرکاری سکیم رکھ کر مل سکے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر ایڈ اس نقطہ نگاہ سے ہو نہ کہ ایڈ کے معنے کے لحاظ سے ہم سکیم میں کوئی اصلاح نہ کریں۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 599)

محبت کے رشتوں میں معمولی ناراضگی بھی اثر رکھتی ہے

میں جب کسی مخلص سے کہتا ہوں کہ ناراض ہوں تو اُس کی کیا حالت ہو گی اور یہ اُس کو ہی سزا نہیں ہوتی اپنے آپ کو بھی ہوتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین صحابیوں سے ناراض ہو گئے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جاتا اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا مگر آپ جواب نہ دیتے اور کن انکھیوں سے میری طرف دیکھتے۔ تو وہ سزا اُس صحابی کو ہی نہ تھی بلکہ اس کی اذیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تھی۔

اِسی طرح جن سے میں ناراض ہوتا ہوں اُن کو ہی سزا نہیں ہوتی مجھے بھی ہوتی ہے مگر سلسلہ کے وقار اور ضروریات کے پیش نظر سزا دینی پڑے گی۔ قادیان میں ایسا ہوا ہے کہ ایک مخلص شخص سے میں ناراض ہوا تو غم کی وجہ سے اسے دو ہفتہ کے اندر اندر سِل ہو گئی۔ اس پر مجھے پچھتاوا ہوا۔

ایک دوست نے سُنایا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ سیر کو جا رہے تھے کہ آپ نے پان مانگا۔منشی ظفر احمد صاحبؓ نے پان دیا۔جس میں زردہ پڑا ہوا تھا۔آپؑ نے کھایا تو قے ہو گئی مگر اس خیال سے کہ دِل شکنی نہ ہو فرمانے لگے معدہ صاف ہو گیا۔خوب قے آ گئی ہے۔منشی ظفر احمد صاحبؓ جب یہ بات سناتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔تو محبت کے رشتے بالکل اور ہوتے ہیں۔ان میں معمولی سی سزا بھی بہت اثر رکھتی ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 607)

اہم کاموں میں لوگ مرنا بھی بھول جاتے ہیں

ہمارے ذمہ ایک بہت اہم کام ہے اور وہ دنیا کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔خدا تعالیٰ نے ہمیں صداقت اور حقانیت دی اور فرمایا جاؤ ساری دُنیا کو پہنچاؤ۔اہم کاموں میں تو لوگ مرنا بھی بھول جاتے ہیں، پھر کیا ہم زندہ رہنا بھی نہیں بھول سکتے۔کہا جاسکتا ہے کہ کس طرح کوئی مرنا بھول سکتا ہے مگر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو واقعی بھول جاتے ہیں۔ظاہری حالات ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں مر جانا چاہئے مگر وہ اس وقت تک نہ مرے جب تک انہوں نے اپنا کام نہ کر لیا۔

تاریخوں میں آتا ہے ایک قلعہ تھا جس پر قبضہ کر لینے پر نپولین کی فتح کا دارومدار تھا۔ایک نوجوان کے سپرد یہ کام تھا کہ اس کے فتح ہونے کی اطلاع نپولین کو دے۔عین اُس وقت جب کہ وہ چلنے لگا اُس کے سینہ میں گولی لگی مگر وہ گھوڑا دوڑائے چلا گیا اور جا کر اطلاع دی کہ قلعہ فتح ہو گیا ہے۔نپولین نے اسے دیکھ کر کہا تمہیں یہ کیا ہوا کیا گولی لگی ہے؟ یہ کہنا تھا کہ وہ اُسی وقت گر کر مر گیا۔جس جگہ اُسے گولی لگی تھی وہ ایسی نازک تھی کہ اُسے گولی لگنے کے بعد پھر جینا نہیں چاہئے تھا مگر چونکہ اُس میں یہ فوق العادت ارادہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ کام مجھے کرنا ہے اور میں اسے کر کے چھوڑوں گا۔اِس وجہ سے موت بھی اُس سے پیچھے ہٹی رہی تاوقتیکہ اُس نے اپنا کام نہ کر لیا۔

کیا جس کام کو ایک شخص اپنے مُلک کی خاطر اور نپولین کی خاطر کر سکتا ہے اور موت کو بھلا کر جوٹل نہیں سکتی کر سکا، کیا ہم دین کے لئے زندگی کو بھول کر نہیں کر سکتے؟ اس وقت اگر ہمیں موت بھی آ جائے تو ہم کہیں گے ذرا پیچھے ہٹ ہمیں ابھی خدا کا کام کرنا ہے اور وہ بھی پیچھے ہٹ جائے گی۔پس وقت آ گیا ہے کہ ہم ہوشیار ہو جائیں۔اگر ہم اس پیغام کو نہ پہنچائیں گے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے تو اُس درگاہ میں جس کا مجرم بہت ہی قابلِ رحم حالت میں ہوتا ہے ہم مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے دوست کی حیثیت سے نہیں۔پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ سُستی ترک کر دیں۔وہ جو چُست نہیں چُست ہو جائیں، جو ہوشیار نہیں وہ ہوشیار ہو جائیں اور سستیاں چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ کا پیغام دنیا کو پہنچانے کے لئے سب کچھ بھول جائیں۔میں یقین رکھتا ہوں کہ اِس ارادہ اور اِس ایمان کے ساتھ اگر چند ہزار بھی نکلیں گے تو پھر کامیابی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔

(خطابات شوریٰ جلد1 صفحہ 611-612)

جو شخص مرنے کے لئے تیار ہو جائے اُسے کوئی مار نہیں سکتا

خوب اچھی طرح یاد رکھو جو شخص مرنے کے لئے تیار ہو جائے اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔سچے طور پر موت قبول کرنے والی انبیاء کی جماعت ہی ہوتی ہے۔پھر کوئی ہے جو اُسے مار سکے؟ ہرگز نہیں۔دائمی زندگی کا حاصل کرنے کا اصل یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لئے موت قبول کرے اور جب کوئی انسان اس ارادہ سے کھڑا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اسے زندہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔گویا کُشتی شروع ہو جاتی ہے۔انسان زور لگاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں موت حاصل ہو لیکن فرشتے زور لگاتے ہیں کہ اسے زندہ رکھا جائے۔جب خدا کا بندہ کہتا ہے کہ میں خدا کے لئے مرنا چاہتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے سارے فرشتے کہتے ہیں ہم مرنے نہیں دیں گے اور آخر فرشتے ہی جیتتے ہیں۔بندہ چاہتا ہے کہ مر جائے۔وہ اس کے لئے اپنے آپ کو ایسے حالات میں ڈالتا ہے جن کا نتیجہ موت ہوتی ہے مگر وہ مرتا نہیں۔

حنین کے واقعہ کو ہی دیکھ لو۔جب دشمن حملہ کر کے آگے بڑھا تو اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف بارہ آدمی تھے باقی سب دشمن کی تیراندازی سے تتّر بتّر ہو گئے تھے۔اُس وقت حضرت عباسؓ نے کہا حضور ذرا پیچھے ہٹ جائیں مگر آپ نے سواری کو ایڑی لگائی اور آگے بڑھتے ہوئے فرمایا۔ اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب۔میں خدا تعالیٰ کا سچا نبی ہوں میں پیٹھ کس طرح دکھا سکتا ہوں یہ ایک ایسا کلمہ تھا جو انسانیت کو بھلا کر خدا تعالیٰ کے سامنے لانے والا تھا۔چار ہزار تیر اندازوں کے مقابلہ میں ایک شخص کہتا ہے میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا تو یہ انسان نہیں بلکہ خدا بول رہا تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کہا بھی کہ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب۔میں انسان ہی ہوں۔پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اُتر آئے اور حنین کی شکست فتح سے بدل گئی اور آپ فاتح بن کر میدان جنگ سے لوٹے۔

اسی طرح اُحد کی جنگ کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کریں یا اندر ہی رہ کر؟ اُس وقت بعض نوجوان چاہتے تھے کہ بہادری دکھائیں اور باہر نکل کر مقابلہ کریں۔اُنہوں نے اِس کے لئے بہت زور دیا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات مان لی اور آپ زرہ پہن کر نکل آئے۔بعد میں جو لوگ آئے انہوں نے نوجوانوں کو سمجھایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ اندر رہ کر مقابلہ کریں تو تم نے باہر نکل کر لڑنے پر کیوں زور دیا؟ اِس پر نوجوانوں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ہم سے غلطی ہوئی ہم اپنی بات واپس لیتے ہیں۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا نبی جب ہتھیار پہن لیتا ہے تو پھر نہیں لوٹتا۔

اس کے بھی یہی معنے ہیں کہ نبی اپنے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں موت پسند کرتا ہے۔تو خدا کا وہ مقدس رسول جس کی جان زمین وآسمان سے بھی زیادہ قیمتی تھی، جس کی جان کی خاطر ہزاروں صدیوں کے انسان قربان کئے جاسکتے تھے، جس کی جان کے ایک منٹ کی قیمت تمام کائنات نہیں ہو سکتی، وہ بھی کہتا ہے کہ نبی جب ہتھیار لگا لے تو پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔پھر ہماری کیا حقیقت ہے کہ ہم جب کھڑے ہوں تو کمریں کھولنے کا خیال بھی دل میں لائیں۔کیا جس کے لئے بیش قیمت ہیرا قربان کیا جا سکتا ہے اُس کے لئے کوئلہ نہیں قربان کیا جا سکتا؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ہماری جانیں کوئلہ جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔وہ ہیرا ہو کر تیار تھا کہ خدا تعالیٰ کے عشق کی بھٹی میں جل جائے۔پھر کیا ہم کوئلہ ہو کر نہیں جلیں گے؟ بحال یہ کہ کوئلہ بنایا گیا ہی جلنے کے لئے ہے۔پس موت کو قبول کرو، تب کام ہو گا۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 612-614)

خدمت اسلام کے لئے ایک عظیم عہد

میری زندگی میں بھی ایسا لمحہ اس وقت آیا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا اُس وقت میری عمر اُنیس سال کی تھی۔جب میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اب کیا ہو گا، ابھی کئی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور ایک شخص تو ایسے موقع پر مرتد بھی ہو گیا۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری طرف سے آئے، اب میں تیرے ہی سامنے تیرے ہی تقدس کی قسم کھا کر اقرار کرتا ہوں کہ اگر سارے کے سارے لوگ بھی مرتد ہو جائیں تو مَیں تیری راہ میں اپنی جان لڑا دوں گا۔

یہ وہ پہلے الفاظ اور پہلا کام تھا جو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کیا۔میں نے خدا تعالیٰ کی توفیق سے بڑے سے بڑے کام کئے ہیں مگر میں اِس کام کو سب سے بڑا سمجھتا ہوں۔

جب کے بدر کے لئے رسول کریم ﷺ گئے تو آپ ﷺ نے پوری طرح اعلان نہ کیا تھا کہ جنگ ہو گی یا نہیں اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس بات کا یقینی علم آپ کو کہاں ہوا۔اُس وقت جو صحابہ آئے وہ پوری طرح تیار نہ تھے۔تب رسول کریم ﷺ نے اُن سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہے جنگ ہو گی، دشمن آ رہا ہے اب بتاؤ کیا رائے ہے؟ اُس وقت کئی ایک صحابہ اُٹھے اور انہوں نے کہا رائے کیا ہم جنگ کے لئے تیار ہیں۔مگر یہ کہنے والے مہاجرین تھے، انصار نہ تھے۔جب وہ بول چکے تو رسول کریم ﷺ نے پھر فرمایا دوستو مشورہ دو۔یہ تین دفعہ آپ ﷺ نے کہا۔اِس پر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! کیا آپ ﷺ کی مراد ہم سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔اِس کی وجہ یہ تھی کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور انصار سے معاہدہ ہوا تو اس کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر کفار مدینہ پر چڑھ کر رسول کریم ﷺ پر حملہ کریں گے تو ہم لڑیں گے باہر جا کر لڑنے کے ذمہ دار نہیں۔یہ لڑائی چونکہ باہر تھی اِس لئے رسول کریم ﷺ انصار سے پوچھتے تھے۔

اُس وقت ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! وہ معاہدہ اُس وقت ہوا تھا جب کہ ہم پر حق پوری طرح نہ کُھلا تھا۔اب جب کہ ہمیں آپ ﷺ کے ذریعہ ایمان نصیب ہوا ہے تو ہم سے یہ سوال ہی کیا ہے کہ لڑو گے یا نہیں۔یَارَسُوْلَ اللّٰہ! یہ سامنے سمندر ہے۔آپ ﷺ اشارہ فرمائیں کہ اِس میں گھوڑے ڈال دو ہم آپ سے کچھ پوچھے بغیر فوراً ڈال دیں گے۔جب جنگ ہو گی تو ہم آپ کے دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے لڑیں گے اور کوئی آپ تک نہ پہنچ سکے گا جب تک ہماری لاشوں پر سے گزرتا ہوا نہ آئے گا۔

یہ بات اُس انصاری نے کہہ دی اور رسول کریم ﷺ نے سن لی۔ایک صحابی نے جو تیرہ یا سترہ غزوات میں شامل ہوئے ایک دفعہ ایک موقع پر آہ بھر کر کہا کاش! میں ان غزوات میں شریک نہ ہوتا اور ان کا ثواب مجھے حاصل نہ ہوتا مگر یہ فقرہ میرے منہ سے نکلا ہوتا۔

مجھے بھی اِس صحابی کی طرح فخر حاصل ہے جب میں اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں اور اِس فقرہ اور معاہدہ پر نظر ڈالتا ہوں تو سمجھتا ہوں وہ بہترین موقع تھا جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا۔

ایسا ہی معاہدہ کامیاب کر سکتا ہے۔جب تک ہر ایک احمدی اپنی آنکھوں کے سامنے رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی مقدس لاشوں کو رکھ کر یہ معاہدہ نہیں کرتا کہ میں اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان

کر دوں گا کامیاب نہیں ہوسکتا۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 615-616)

فتح کی موت

وہ مقام حاصل کرو کہ تمہاری موت فتح کی موت ہو جیسا کہ ایک عرب شاعر نے کہا ہے

يَا ذَاالَّذِيْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
اِحْرِصْ عَلٰى عَمَلٍ تَكُوْنُ بِهٖ مَتٰى
يَبْكُوْنَ حَوْلَكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

اے انسان! تُو ایسا تھا کہ جب تُو پیدا ہوا، تو رو رہا تھا اور لوگ ہنس رہے تھے۔ کہ بیٹا پیدا ہوا۔ اب تُو ایسے عمل کر اور تُو ایسا مقام حاصل کر لے کہ جب تُو فوت ہو تو لوگ رو رہے ہوں کہ وہ تیرے فوائد سے محروم ہو گئے اور تُو ہنس رہا ہو کہ تُو نے اپنا کام ختم کر لیا۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 619)

خدمتِ دین کے لئے خدا کی آواز پر لبیک کہو

دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے مقصد و مدعا میں ناکام نہیں کر سکتی۔ اگر ہم میں سے چند بھی باقی رہ جائیں گے تو وہ ناکام نہیں ہوں گے بلکہ اگر ایک بھی نہیں رہے گا تو بھی اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہوسکتا۔

حنین کی جنگ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے رہ گئے تو آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا آواز دو کہ اے انصار! اللہ کا رسول تمہیں بُلاتا ہے۔

جب میں یہ واقعہ پڑھتا ہوں تو رسولِ کریم ﷺ سے لے کر اس وقت تک کی تیرہ صدیاں سمٹ کر وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور دُوری کا سوال اُڑ جاتا ہے۔ اِس وقت میں سمجھتا ہوں رسول کریم ﷺ کی آواز مجھے سنائی دے رہی ہے اور میں لبیک کہتا ہوا حاضر ہو رہا ہوں۔ پھر غور کرو جن کے کانوں میں رسول کریم ﷺ کی طرف سے عباسؓ کی آواز کاغذ اور سیاہی کے ذریعہ نہیں پہنچی بلکہ آواز اُن کے کانوں میں براہ راست پہنچی اُن کی کیا کیفیت ہوتی ہو گی۔

وہ کہتے ہیں ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ صُورِ اسرافیل پھونکا گیا ہے۔ اُس وقت اُن کے گھوڑے اور اونٹ بھاگے جا رہے تھے۔ اِس حالت میں اُن کا لوٹنا کتنا مشکل تھا مگر جب حضرت عباسؓ نے یہ آواز بلند کی کہ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو اُنہوں نے اپنی سواریوں کو موڑنے کی کوشش کی۔ جب وہ زور لگاتے تو سواریوں کے منہ مُڑ کر پیٹھ کو جا لگتے مگر جب چھوڑتے تو پھر آگے کو بھاگ پڑتیں اِس وجہ سے اُنہوں نے اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹ دیں اور سواریاں چھوڑ کر رسول کریم ﷺ کے گرد لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔

میں جب کاغذوں میں یہ واقعہ پڑھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدیاں مِٹ گئی ہیں اور حضرت عباسؓ کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ اُس وقت میں چاہتا ہوں کہ اُڑ کر پہنچ جاؤں۔

مگر اِس وقت جب کہ خدا کے مسیح کی آواز ہمارے کانوں میں پہنچ رہی ہے کہ اے خدا کے بندو! تمہارا خدا تمہیں بلاتا ہے تو اِس وقت عین میدان جنگ میں انصار نے جو قربانی کی اور لبیک کہتے ہوئے جا پہنچے اِس سے بڑھ کر قربانی کرنا جو اپنا فرض نہیں سمجھتا اسے مومن کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

پس اگر کوئی اِس آواز پر لبیک نہیں کہتا تو آواز پہنچانے والا کہہ دے کہ میں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے، دوسروں کا میں ذمہ وار نہیں۔ اِس نیت اور اِس ارادہ سے جو نمائندے کھڑے ہوں گے وہ ضرور اپنی اپنی جماعتوں کو بیدار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اُن میں خدا داخل ہو جائے گا، اُن میں خدا کا ظہور ہو گا۔ اس کے لئے صرف پختہ ایمان، پختہ اخلاص، اور پختہ ارادہ کی ضرورت ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 620-621)

عشق میں رشک، پیاروں سے بھی ہوتا ہے

ہمیں خدا تعالیٰ نے دُنیا کی اصلاح کے لئے چنا ہے اور ہم خدا تعالیٰ کی چنیدہ جماعت ہیں۔ ہمیں دُنیا سے ممتاز اور علیحدہ رنگ میں رنگین ہونا چاہئے۔ صحابہ ہمارے لئے ادب کی جگہ ہیں مگر عشق میں رشک پیاروں سے بھی ہوتا ہے۔ پس ہمارا مقابلہ اُن سے ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے دوش بدوش جنگیں کیں اور اپنی جانیں قربان کیں۔ ہم ان کی بے حد عزت اور توقیر کرتے ہیں لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ان کی قربانیوں پر رشک نہ کریں اور ان سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔

میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا طریق یہ تھا کہ اگر کوئی چیز اہل مجلس کو دیتے تو دائیں طرف والے کو دیتے۔ اُس وقت آپ کے لئے دودھ لایا گیا۔ آپ نے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا جو بائیں طرف بیٹھے تھے اور دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا آپ نے شاید اس خیال سے کہ حضرت ابوبکرؓ بوڑھے ہیں اور دیر سے بیٹھے ہیں، اِنہیں بھوک لگی ہو گی بچے سے کہا اگر اجازت دو تو میں یہ دودھ ابوبکرؓ کو دے دوں بچہ نے کہا کیا یہ دودھ لینے کا میرا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا پھر میں یہ نہیں کر سکتا کہ یہ حضرت کا تبرک ابوبکرؓ کو دے دوں، میں اس برکت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

پس ہم صحابہ کرام کو ادب اور احترام کا مقام دے سکتے ہیں اور ان کے لئے جان بھی دے سکتے ہیں مگر جب قربانی کا موقع آئے تو ہم کہیں گے کہ ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ جذبہ نہ پیدا ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اپنی ذمہ واری کو پوری طرح محسوس کر لیا۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 640-641)

عابد علی بھٹی

بیچ والی بال (Beach Volleyball)

تعارف

"بیچ والی بال" بلاشبہ والی بال کی ایک مشہور قسم ہے۔ مانا جاتا ہے کہ اسکی ایجاد "ہوائی" میں 1915ء کے آس پاس ہوئی۔ جیسا کہ اسکے نام سے پتہ چلتا ہے کہ والی بال کی اس قسم کو ریتلے ساحلوں پر کھیلا جاتا ہے۔

"بیچ والی بال" کو 1996ء میں "اٹلانٹا اولمپکس گیمز" کا حصہ بنایا گیا۔ اور مردوں اور عورتوں کے منظم مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔ "بیچ والی ال" ساؤتھ امریکہ، نارتھ امریکہ، یورپ اور اوسینیا میں بہت پائی جاتی ہے۔ 2016ء میں 169 سے زائد قوموں نے "ریو اولمپک" میں کوالیفائی کرنے کے لیے حصہ لیا۔

گراؤنڈ

"بیچ والی بال" کے کورٹ کی چوڑائی 8 میٹر (26.25 فٹ) ہوتی ہے اور لمبائی 16 میٹر (52.5 فٹ) ہوتی ہے۔

بال

Federation International de Volleyball

FIVB کے قوانین کے مطابق بال گول چمڑے یا آرٹیفیشل چمڑے کا بنا ہونا چاہیے جسکی گولائی 67.65 سنٹی میٹر (26.26 انچ) اور وزن 280-260 گرام ہونا چاہیے۔ اور اندر ہوا کا پریشر 0.30 - 0.325 کلو گرام ہونا چاہیے۔

نیٹ سائز

مردوں کے "بیچ والی بال" کے مقابلہ جات میں استعمال ہونے والے نیٹ کی اونچائی زمین سے اوپر کو 2.43 میٹر (7 فٹ 11 انچ) ہوتی ہے۔ جبکہ عورتوں کے "بیچ والی بال" کے مقابلہ جات میں استعمال ہونے والے نیٹ کی اونچائی زمین سے اوپر کو 2.24 میٹر (7 فٹ 4 انچ) ہوتی ہے۔

کھیل کا طریقہ کار

ہر ٹیم میں 2 کھلاڑی ہوتے ہیں۔ یہ کھیل دو ٹیموں کے درمیان کھیلا جاتا ہے۔ گراؤنڈ میں دونوں ٹیموں کے درمیان نیٹ لگا ہوتا ہے۔ کھیل کی شروعات سروکروا کر ہوتی ہے۔ دونوں ٹیمیں پوائنٹ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں۔ جو ٹیم پہلے اکیس پوائنٹس حاصل کر لے وہ سیٹ جیت جاتی ہے۔

اکیس پوائنٹس کے تین سیٹ ہوتے ہیں جو ٹیم دو سیٹ جیت جائے وہ فاتح ٹیم کہلاتی ہے۔ ایک پوائنٹ حاصل کرنے کے لیے بال کو مخالف ٹیم کے کوٹ میں گرانا ہوتا ہے۔

قوانین

"بیچ والی بال" کے بنیادی قوانین درج ذیل ہیں:

1. ایک ٹیم بال کو اپنے کوٹ میں آنے کے بعد زیادہ سے زیادہ تین بار ٹچ کر سکتی ہے۔ بال کو چار بار ٹچ کرنے سے پوائنٹ مخالف ٹیم کو مل جائے گا۔
2. ایک کھلاڑی بال کو لگاتار دو دفعہ ٹچ نہیں کر سکتا۔
3. دوران کھیل کھلاڑی بال کو کچھ لمحے کے لیے روک کر نہیں رکھ سکتا۔
4. دوران کھیل کھلاڑی کا نیٹ کے ساتھ کوئی بھی جسم کا حصہ یا یونیفارم ٹچ نہیں ہونا چاہیے۔
5. کھلاڑی کھلے ہاتھ سے بال کو اُٹھا نہیں سکتا۔
6. موسمی صورت حال کے پیش نظر بیچ والی بال ٹیمز ہر سات پوائنٹس کے بعد سائیڈز بدلنے کی پابند ہوتی ہیں۔
7. بیچ والی بال کا گراؤنڈ صرف ریت سے بنا ہونا چاہیے۔
8. سرو کرواتے وقت کھلاڑی کا پاؤں اپنے کوٹ کی پچھلی لائن سے باہر ہونا چاہیے۔
9. بیچ والی بال میں پلیئرز کی پوزیشنز مخصوص نہیں کی جاتیں۔

صفیہ بشیر سامی۔ لندن

چیف گیسٹ!

کبھی کبھی ہماری کجیوں میں ماضی کے ایسے لمحات آتے ہیں جو رُلا جاتے ہیں اور کبھی کبھی بہت خوبصورت مسکراہٹیں دے جاتے ہیں۔ ایک بہت ہی پُرانی قریباً 35 سالہ پُرانی کُجّی میں سے واقعہ سُناتی ہوں۔

جلینگھم میرے کزن کے بیٹے کی شادی میں ہمیں شمولیت کے لئے دعوت نامہ ملا تھا، صبح جا کر شام کو واپس آنا تھا، بڑی سخت سردیوں کے چھوٹے چھوٹے دن تھے، سامی صاحب مرحوم لمبی ڈرائیو سے بہت گھبراتے تھے اس لئے جلینگھم جانا تو اُن کے لئے بہت بڑی بات تھی، سو ہم نے ٹرین پر جانے کا پروگرام بنایا اور سچ بات تو یہ بھی تھی کہ ہمیں ریل کا سفر مفت پڑتا تھا کیونکہ سامی صاحب ریلوے کے ملازم تھے اور ریلوے اسٹیشن بھی ہمارے گھر کے بہت قریب تھا اس لئے کوئی زیادہ دشواری نہیں تھی۔

ہمارے ساتھ ہماری چھوٹی بیٹی سارہ بھی تھی۔ جانے سے پہلے ہم نے جہاں جانا تھا وہاں کی ساری معلومات لے لیں اور جن کے گھر جانا تھا اُن کو بھی کہہ دیا کہ اگر کوئی ہمیں اسٹیشن پر لینے آجائے تو اچھا ہے ورنہ ہم ٹیکسی لے کر خود ہی پہنچ جائیں گے۔

جب ہم ٹرین میں بیٹھے تو اچانک سامی صاحب نے دیکھا کہ ایک احمدی لڑکا بھی ہمارے قریب ہی بیٹھا ہوا ہے۔ سامی صاحب نے اُس کو پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اُس کا جواب تھا جلینگھم۔

اب اس وقت مجھے یہ تو یاد نہیں کہ وہ شادی پر جا رہا تھا یا کسی کو ملنے۔ ہاں مگر جا پہلی مرتبہ ہی تھا یعنی ہماری طرح ہی تھوڑا گھبرایا ہوا سا۔

جلینگھم کونسا دور ہے جیسے ہی ہماری ٹرین اسٹیشن پر رُکی تو سامنے ہی ہم نے ایک سوٹڈ بوٹڈ صاحب کو کھڑے دیکھا۔ ہمارے نیچے اُترتے ہی اُنہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا آپ لندن سے آئے ہیں؟ ہم نے جواب دیا جی ہاں ہم شادی پر لندن سے آئے ہیں تو وہ ایک دم بولے میں آپ کو ہی لینے آیا ہوں اور یہ کہ ہم سب نے بھی شادی پر ہی جانا ہے اور ساتھ سامی صاحب کے ہاتھ میں جو بیگ تھا اُنہوں نے اِن کے ہاتھ سے لینا چاہا۔ جو سامی صاحب اُن کو نہیں دینا چاہ رہے تھے کہ وہ خود ہی اُٹھا لیں گے مگر اُن صاحب نے زبردستی بیگ اُن کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا آپ ہمارے مہمان ہیں۔ وہ صاحب بھی سامی صاحب کی عمر کے ہی ہونگے وہ کہنے لگے کہ پہلے آپ ہمارے گھر چلیں کھانا کھا کر پھر وہاں چلتے ہیں ویسے ہم نے بھی شادی پر تو جانا ہی ہے۔

دل میں میں اپنی بھابی کو بہت دعائیں دے رہی تھی کہ اتنی مصروفیت کے باوجود اُنہوں نے ہمارا اتنا خیال رکھا کہ اسٹیشن پر کسی کو بھیج دیا۔ پر میں نے دل میں کہا اگر کسی کو بھیجنا ہی تھا تو کسی بچے کو بھیج دیتیں بھلا اِن کو کیوں؟ اور پھر وہ اپنے گھر لے کر جانے کے لئے بھی بہت اصرار کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ کھانا تو ہم وہیں جا کر کھائیں گے مگر ہاں واپسی پر ہم آپ کے گھر ضرور جائیں گے۔ شادی ہال میں جب ہم پہنچے تو انہوں نے اپنی بیٹی اور بیوی سے ہمیں ملوایا اور اُن سے کہا یہ مہمان لندن سے آئے ہیں میں اُن ماں بیٹی کو پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ ظاہر ہے وہاں میرے رشتے دار اور جماعت کے کافی لوگ تھے جن سے میں مل رہی تھی مگر سب سے زیادہ جو آؤ بھگت کرنے والی فیملی تھی وہ اُن صاحب کی ہی تھی جو ہمیں اسٹیشن سے لے کر آئے تھے اور ہماری خصوصی آؤ بھگت ہو رہی تھی میں اور میری بیٹی بہت حیران ہو رہے تھے کہ بات کیا ہے مگر ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اُنہوں نے ایسٹ لنڈن کی جماعت کی باتیں شروع کر دیں ہم قریباً آٹھ سال وہاں رہ کر حال ہی میں دوسری جگہ منتقل ہوئے تھے سو اُن کی ہر بات کا جواب ہمارے پاس موجود تھا۔ یہ بات بھی میری سمجھ سے باہر تھی کہ اس وقت یہ مجھ سے ایسٹ لندن کی معلومات کیوں لے رہی ہیں؟

اُدھر وہ ماں بیٹی بھی بہت حیران تھیں کہ آپ ان سب کو کیسے جانتی ہیں۔ مَیں نے بتایا کہ یہ سب میرے رشتہ دار ہیں مگر اُن بچاروں کی بھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ قریباً ڈیڑھ دو گھنٹوں کے بعد ہماری خاطر داری میں کمی آ گئی۔ دونوں ماں بیٹیوں میں سے ایک غائب تھیں۔ کھانا کھا کر لوگ ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔

سامی صاحب آئے تو کہتے ہیں۔ بھئی! آج میری تو بہت خاطر مدارات ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ جو صاحب ہمیں لے کر آئے تھے سب سے میرا تعارف کروا رہے تھے کھانے میں بھی مجھے ہی خاص مہمان کی طرح پیش آ رہے تھے۔ جب کہ میں اِن میزبان کو ہی نہیں جانتا باقی تو سب میرے جاننے والے ہیں اور قریباً زیادہ تر لنڈن سے ہی ہیں بھلا میرا اتنا تعارف کیوں؟ سامی کہتے ہیں مگر تھوڑی دیر ہوئی اُن کو کوئی بلا کر لے گیا ہے نظر نہیں آئے۔ اچھا چلو! اب واپس چلتے ہیں؟ میں نے کہا میں بھابی سے پوچھتی ہوں اور اُن کو بتا کر چلتے ہیں۔ میں نے اپنی بھابی سے رخصت چاہی کہ رات ہو جائے گی اس لئے اب ہمیں چلنا چاہئے۔ اُس نے کہا فکر نہ کرو آپ کو کوئی اسٹیشن تک چھوڑ آئے گا۔ میں نے کہا نہیں جن صاحب کو آپ نے صبح ہمیں لینے کے لئے بھیجا تھا وہی ہمیں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران ہو کر بولیں ’’ہائیں‘‘ میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ شرمندہ ہوں کوئی فارغ ہی نہیں تھا۔ پوچھنے لگیں آپ کو کون لے کر آیا ہے؟ میرا جواب تھا کہ میں تو نہیں جانتی وہ کون ہیں جب میں نے ساری بات بتائی تو حیران تو بہت ہوئیں مگر شادی میں کافی مصروف تھیں۔ اتنی دیر میں دیکھا کہ وہ ماں بیٹیاں بھی آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہی تھیں لگ رہا تھا ضرور کوئی گڑ بڑ ہے۔ اُن کی بیٹی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہمارے گھر کوئی مہمان آئے ہیں ہم لوگ گھر جا رہے ہیں مگر اسٹیشن پر میں ہی آپ کو چھوڑ کر آؤں گی آپ انتظار کریں میں ابھی تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔ ہم نے کہا کوئی بات نہیں ہم آپ کا انتظار کریں گے۔ ہم تو اس مروت میں تھے کہ صبح سے ان لوگوں نے ہمارے لئے اتنی بھاگ دوڑ کی ہے تو خیر ہے تھوڑے لیٹ بھی ہو گئے تو کوئی بات نہیں لیکن ہم ان کے گھر ضرور جائیں گے۔

واپسی کے لئے اُن کی بیٹی ہمیں لینے آئی تو راز کھلا کہ ماجرا کیا ہے۔ ایسٹ لندن سے کسی نو احمدی فیملی نے ایک دو بچوں کے ساتھ ٹرین سے ہی اُن کے گھر آنا تھا۔ بدقسمتی سے اُن کی ٹرین لیٹ ہوگئی ہماری ٹرین پہلے آ گئی اس طرح سے ہم اَن جانے میں چیف گیسٹ بن گئے اور وہ مہمان بچارے دو ڈھائی گھنٹے اسٹیشن پر بیٹھے رہے گھر والے تو ہماری خاطر مدارت میں لگے ہوئے تھے کوئی گھر ہوتا تو اُن کا فون سنتا (اُن دنوں ابھی موبائل فون نہیں ہوتے تھے) وہ بچارے تھک ہار کر واپس جانے والے تھے کہ کسی طرح ان کے ساتھ اُن کا رابطہ ہو گیا۔

واپسی پر اُن کی بیٹی ہمیں اپنے گھر لے کر گئی اور ہمیں اسٹیشن تک بھی چھوڑا مگر اب وہ پہلے والی گرم جوشی ختم ہو چکی تھی اُن کے مہمان تھکے ہارے کھانا کھا رہے تھے۔ دل میں تھوڑے ہم بھی شرمندہ تھے اور وہ بھی چُپ چُپ تھے۔

اس واقعہ سے اتنا ضرور ہوا کہ ہمیں ایک بہت ہی اچھی فیملی کے ساتھ ملنا ہوا اس واقعہ کو بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ سامی صاحب اور وہ ہمارے مہربان میزبان بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے۔ مگر کبھی جلسہ یا اور کوئی بھی جماعتی تقریب ہوتی ہے تو ہم بہت گرم جوشی اور محبت سے ہلکی سی مسکراہٹ سے ملتے ہیں۔ سچ یاد آیا اسٹیشن سے اُترنے کے بعد اس خوشی میں کہ ہمیں کوئی لینے آ گیا ہے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ وہ بچارا لڑکا کہاں گیا جس کو تھوڑی دیر پہلے دل میں ہم اپنا سہارا بنائے بیٹھے تھے۔

مَیں نے یہ جو لکھا ہے محض ایک دلچسپی کے لئے ہے شائد کہ آپ سب کے لبوں پر تھوڑی سی مسکراہٹ لا سکوں۔ یہ یاد مجھے بہت عزیز بھی ہے اور بہت میٹھی بھی کہ ہم بھی مفت میں چیف گیسٹ بن گئے۔

تیری دید کو ترس گئی ہیں اے مسرور آنکھیں

شب و روز برس رہی ہیں میری ناسور آنکھیں
تیری دید کو ترس گئی ہیں اے مسرور آنکھیں

کب تک رہے گا فراق کب تک رہے گا دل مچلتا
کسی روز تو فیض پائیں گی انشاءاللہ ضرور آنکھیں

حسرت ہے آپ کو جی بھر کے دیکھ لوں ایک بار
اس کے بعد ہو جائیں چاہے بے نور آنکھیں

جو مجھ کو میرے حبیب تک لے چلے طاہر
زندگی بھر رہیں گی اُس کی مشکور آنکھیں

میرا دل میری روح و جان، نورِ چشم آپ پر قربان
گر دید نہیں نصیب کس کام کی ہیں حضور آنکھیں

طاہر احمد شہزاد

الفضل، ایک دستر خوان ہے

نعمتیں چن دی گئیں ہیں اس کے ہر قرطاس پر
میوہ ہائے دین کا الفضل، دستر خوان ہے

منصورہ فضل من۔ قادیان

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

16؍اکتوبر 1922ء دوشنبہ (سوموار)

مطابق 24صفر 1341 ہجری

صفحہ اول پر حضرت مصلح موعودؓ کی صحت سے متعلق اطلاع درج ہے نیز 13 اکتوبر قادیان میں بعد نمازِ جمعہ انجمن ارشاد کے اجلاس کی مختصر رپورٹ شائع ہوئی ہے۔یہ اجلاس زیرِ صدارت مولوی رحیم بخش صاحب(مولانا عبدالرحیم درد)منعقد ہوا۔اس اجلاس میں مولوی غلام نبی صاحب مصری،مولوی ظہور حسین صاحب اور میاں منور الدین صاحب نے تقاریر کیں۔

صفحہ اول ودوم پر حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحبؓ کی حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی مدح میں کہی ہوئی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔

دوسرے صفحہ پر حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی تحریر کردہ ’’رپورٹ صیغہ لنگر خانہ‘‘ شائع ہوئی ہے۔اس رپورٹ میں دورانِ ہفتہ آمدہ مہمانان کے اسماء،خرچ اجناس اور دیگر اخراجات کی تفصیل کا ذکر ہے۔

صفحہ نمبر 3 اور 4 پر اداریہ شائع ہوا ہے جس میں اولاً ہندو مسلم اتحاد قائم رکھنے کے طریق کے بارے میں تحریر ہے کہ ’’حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک لیکچر میں جو بریڈلا ہال لاہور میں ایک بہت بڑے مجمع میں دیا۔ہندو مسلم اتحاد کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے اور خطرات سے بچانے کے لیے اور تجاویز کے علاوہ یہ بھی فرمایا تھا کہ ہندو مسلمانوں میں جہاں کہیں فساد ہو اس کی تحقیقات کرنے پر جس فریق کی زیادتی ثابت ہو اُسی فریق کے لوگ اپنے ہم مذہب مفسدوں سے نفرت کا اظہار کریں تو آئندہ کے لیے ہندو مسلمانوں کے فساد رک سکتے ہیں۔‘‘

گزشتہ ایام میں جب موپلوں کا فساد رونما ہوا اور ہندوؤں میں اس سے کھلبلی مچ گئی تو اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح نے مذکورہ بالا تجویز کو دہراتے ہوئے مسلمانوں کی نسبت فرمایا۔’’موپلوں کی جو کارروائی ہے اس پر زور سے اعتراض کرنا چاہیے اور دنیا میں ظاہر کرنا چاہیے کہ ان کا فعل خلافِ شریعت ہے۔‘‘ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ’’یہ طریق درست نہیں کہ اگر کسی سے جرم ہو تو اس کو نظرانداز کیا جائے اور نہ صرف نظرانداز کیا جائے بلکہ مجرموں کی تائید اور ہمدردی کی جائے اس طرح جرم سے نفرت نہیں رہتی۔۔۔‘‘ یہ درست ہے کہ یہی وہ طریق ہے جس پر عمل کرنے سے ہندو مسلمانوں کے فسادات اتحاد کی بنیادوں کو متزلزل نہیں کر سکتے۔‘‘

چنانچہ اخبار نے اس بارہ میں مسلمانوں کے بعض دیگر علماء کے تائیدی حوالہ جات کے ساتھ اس امر کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح مذکورہ اداریہ میں ’’مسیحِ موعود کی مسیحِ ناصری سے ایک اور مماثلت‘‘ کے زیرِعنوان یہ مماثلت بیان کی گئی ہے کہ غیر ہمیں مرزائی یا قادیانی کے نام سے پکارتے ہیں۔بعینہٖ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے متبعین کو عیسائی، مسیحی یا نصرانی کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

اسی اداریہ میں ’’قرآنی صداقت کا اعتراف‘‘ کے عنوان سے یہ ذکر کیا ہے کہ کچھ عرصہ قبل تو آریہ صاحبان یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن بالآخر اب انہیں بھی قرآنِ کریم میں خوبیاں نظر آنی شروع ہوگئی ہیں۔الفضل اس بارہ میں حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ’’5اکتوبر 1922ء کے اخبار آریہ گزٹ لاہور کے صفحہ 5 پر زیرِ عنوان ’’وید امرت اور قربِ الٰہی‘‘ ایک وید منتر درج ہے۔جس کی تشریح میں صاحبِ مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ ’’اس منتر میں وہی تعلیم دی گئی ہے جو حضرت محمد ﷺ نے قرآن شریف میں دی تھی کہ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ۔یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔‘‘ آریہ گزٹ کے اس اخبار سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ایک تو یہ کہ آریہ سماج کا قدیم خیال جو جو قرآنِ کریم کے متعلق تھا وہ درست نہ تھا۔دوسرے یہ کہ اگر ان کے مسلمات کے مطابق مان لیا جائے کہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کی تصنیف ہے تو اس سے وید کی بے نظیری باطل ہوئی جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں خدا کے کلام سے انسان کا کلام لگّا کھاتا نظر آتا ہے۔مگر ہم یہاں بحث کے رنگ کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ اگر ضد وتعصب سے پاک ہوکر اور جانبداری اور ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ کر قرآنِ کریم کو دیکھا جائے تو دنیا کو قرآنِ کریم میں ایک ہی آیت نہیں بے شمار آیتیں نظر آئیں گی۔جن میں معارف و حقائق کے دریا بہہ رہے ہیں۔‘‘

(صفحہ 5-7 حضرت مصلح موعودؓ کا خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 29 ستمبر 1922ء شائع ہوا۔)

صفحہ نمبر 7 تا 10 پر ’’دشمن کا حربہ دشمن ہی پر‘‘ کے عنوان سے ایک

THE ALFAZL QADIAN
الفضل

مضمون شائع ہوا ہے۔اس آرٹیکل کی اشاعت کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خلافت کے اواخر میں خدا تعالیٰ کی جانب سے قائم کردہ سلسلۂ خلافت کو مٹانے کی غرض سے لاہور سے ایک ٹریکٹ گمنام طور پر ’’اظہارِ حق نمبر 1‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔اس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشاد پر انجمن انصاراللہ کی جانب سے ’’رسالہ خلافتِ احمدیہ وضمیمہ خلافتِ احمدیہ‘‘ کے نام سے قادیان سے شائع ہوا۔اس ٹریکٹ کے صرف دو نمبر لاہور سے نکل کر رہ گئے۔مذکورہ ٹریکٹ تاریخ و حقیقت اختلاف غیر مبائعین پر بخوبی روشنی ڈالنے والا ہے۔اس لیے اخبار الفضل کے اس آرٹیکل میں اس کو من وعن شائع کیا گیا۔ان دونوں ٹریکٹس میں جس قدر اتہامات اور بہتانات خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ پر لگائے گئے ان کے دندان شکن جوابات ان ٹریکٹس کے جوابات میں جماعت کی جانب سے دیئے گئے۔

دوسرا مقصد مخالفین کے ان اعتراضات کو بعینہٖ اسی طرح شائع کرنے کا یہ تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ اس بات کا مشاہدہ کر لے کہ ایک وقت دشمنانِ خلافت نے خلافتِ حقہ احمدیہ اسلامیہ کو مٹانے کی غرض سے جو اعتراضات کیے اور جن تحفظات کا اظہار کیا۔قریباً نو سال بعد ہی خدا تعالیٰ نے خلافت کے ساتھ فعلی شہادات کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ نو سال قبل فتنہ کی غرض سے پھیلائے گئے گمنام ٹریکٹس محض دھوکہ دہی اور سادہ لوح افراد کو بہکانے کی خاطر تھے۔چنانچہ اس وجہ سے اس آرٹیکل میں مذکورہ ٹریکٹ کا پہلا حصہ ’’اظہارِ حق نمبر 1‘‘ شائع کیا گیا۔

مرسلہ:راشد مجید

واقفین بچوں کو پہلے قرآن حفظ کرائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 7/دسمبر 1917ء کو خطبہ جمعہ میں اشاعت اسلام کے لئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کرتے ہوئے واقفین بچوں کو قرآن حفظ کروانے کی ذیلی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

’’جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں۔کیونکہ مبلغ کیلئے حافظِ قرآن ہونا نہایت مفید ہے۔بعض لوگ خیال کرتے ہیں اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے،لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھالی جائے۔جب قرآن کریم حفظ ہو جائے گا تو اور تعلیم بھی ہو سکے گی۔میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے اور میں نے تو اس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔ایسے بچوں کا تو جب انتظام ہو گا اس وقت ہو گا اور جو بڑی عمر کے ہیں وہ آہستہ آہستہ قرآن حفظ کر لیں گے لیکن جو زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں،مجھ سے مشورہ کریں کہ کون سا پیشہ سیکھیں گے۔پھر ان کے متعلق وہ پہلو اختیار کیا جائے گا جو زیرِ نظر ہو گا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 5 صفحہ 612-613)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دعا کا تحفہ

حالت رکوع کی دعائیں

حضرت عوفؓ بن مالک نے نبی کریم ﷺ کو رکوع میں یہ دعا پڑھتے سُنا:

سُبْحَانَ ذِی الْجَبُرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو بہت قدرت اور بادشاہت والی، کبریائی اورعظمت والی ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ رکوع میں یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّی خَشَعَ سَمْعِی وَبَصَرِیْ وَلَحْمِی وَدَمِی وَ عَظْمِی وَمُخِّی وَ عَصَبِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

(نسائی کتاب الافتتاح)

ترجمہ: اے اللہ! تیری خاطر مَیں نے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تجھی پر میرا توکّل ہے۔تو ہی میرا پروردگار ہے۔میرے کان اور میری آنکھیں، میرا گوشت اور میراخون، میری ہڈیاں اور میرا دماغ اور میرے اعصاب اس اللہ کی اطاعت میں جُھکے ہوئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 60-61)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

صبح کے وقت زیارت قبور سنت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر دہلی کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب اخبار بدر لکھتے ہیں:

صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مردانہ مکان میں تشریف لائے۔ دہلی کی سیر کا ذکر درمیان میں آیا۔

فرمایا:

لہو ولعب کے طور پر پھرنا درست نہیں البتہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ ان پر ہم جائیں گے۔فرمایا:

ایسے بزرگوں کی فہرست بناؤ تا کہ جانے کے متعلق انتظام کیا جائے۔

حاضرین نے یہ نام لکھے۔ (1) شاہ ولی اللہ صاحب (2) خواجہ نظام الدین صاحب (3) جناب قطب الدین صاحب (4) خواجہ باقی باللہ صاحب (5) خواجہ میر درد صاحب (6 نصیر الدین صاحب چراغ دہلی۔

چنانچہ گاڑیوں کا انتظام کیا گیا اور بمع خدام گاڑیوں میں سوار ہو کر سب سے اوّل حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر پہنچے۔ راستہ میں حضرت نے زیارت قبور کے متعلق فرمایا:

’’قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے ایک سنت ہے۔ یہ ثواب کا کام ہے اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آجاتا ہے۔ انسان اس دنیا میں مسافر ہے۔آج زمین پر ہے تو کل زمین کے نیچے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان قبر پر جاوے تو کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ

(بدر 31 اکتوبر 1905ء صفحہ 1)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

مسجد فتح عظیم امریکہ

بن گئی اک اور مسجد نام ہے فتح عظیم
افتتاح اس کا کیا ہے حضرت مسرور نے
شہر ڈوئی میں یہ مسجد بن گئی ہے اک نشاں
کردیاہے اس کو روشن میرے رب کے نور نے

خواجہ عبدالمومن۔ ناروے

ایک سبق آموز بات

افریقی کہاوت ہے کہ:
ساکن سمندر ماہر ملاح نہیں بناتے۔ (BBC News)
سمندر کی وہ طوفانی حالت جس میں سمندر میں کشتی ڈوبنے کا خطرہ ہو اور کوئی ماہر ملاح اسے بحفاظت نکال لائے تو وہ اس ملاح سے زیادہ تجربہ کار ہو گا جو ساکن سمندر میں کشتی چلاتا ہے۔
اسی طرح کہتے ہیں جو برتن آگ میں نہ پکایا جائے وہ کچا ہوتا ہے۔
اس لئے وہ کام جو آسانی سے ہو جائے اس سے مہارت پیدا نہیں ہوتی۔ جسے زمانے کی گرم وسرد ہوا نہ لگے اسے معاشرے میں ماہر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے معروف ادارے پہلے ہی آپ کا تجربہ مانگتے ہیں۔ اس سے ایک معروف شعر ذہن میں آتا ہے۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

(مرسلہ: ذیشان محمود۔ سیرالیون)

طلوع وغروب آفتاب

15/اکتوبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:00	17:56
مدینہ منورہ	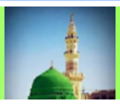	05:01	17:55
قادیان		05:10	17:57
ربوہ		04:50	17:37
اسلام آباد ٹلفورڈ	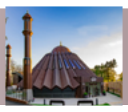	05:57	18:11